فہرست۔انڈیکس

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
00	انتساب	
01	کثیر الانتخابی سوالات	03
02	سورہ بقرہ: منتخب آیات کا ترجمہ و تشریح	11
03	سورہ انفال: منتخب آیات کا ترجمہ و تشریح	17
04	باب اول: القرآن الکریم۔ قرآن مجید کا مختصر تعارف (سوال جواب)	30
05	باب دوم: الحدیث۔ تدوین حدیث (سوال جواب)	43
06	منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح	47
07	احادیث مبارکہ کے سوال جواب	51
08	باب سوم: موضوعاتی مطالعہ (الف) ایمانیات	52
09	(ب) عبادات۔ نماز، زکوۃ، روزہ، حج	62
10	(ج) سیرت طیبہ	72
11	(د) اخلاق و آداب	75
12	باب چہارم: ہدایت کے سرچشمے و مشاہیر لاسلام	85

THE PROFESSORS ACADEMY

انتساب

اپنے مرحوم والدین کے نام

جنہوں نے خود تو نہیں پڑھا لیکن مجھے پڑھا
لکھا کر اس مقام تک پہنچا دیا، دنیا میں ہر چیز
کی کمی پوری ہو سکتی ہے، لیکن والدین
جیسی عظیم نعمت کی کمی کبھی پوری نہیں
ہو سکتی، اللہ تعالی میرے والدین کی مغفرت
کاملہ فرما کر جنت الفردوس میں اعلی
مقام عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس پر کی گئی محنت کو تمام طلبہ و طالبات کے لئے فائدہ مند اور کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنائے۔

آمین یارب العالمین۔

THE PROFESSORS ACADEMY

کثیر الانتخابی سوالات:

۱۔ لفظ قرآن کے لغوی معنی ہیں:
آسمانی کتاب | سنی ہوئی کتاب | **پڑھی ہوئی کتاب** | لکھی ہوئی کتاب

2۔ الفرقان کے معنی ہیں
فرق کرنے والی کتاب | خاص کتاب | وضاحت کرنے والی کتاب | نازل شدہ کتاب

3۔ وحی کے لغوی معنی ہیں :
سمجھنا | طریقہ اپنانا | جان لینا | **اشارہ کرنا**

4۔ قرآن مجید میں وحی کی کل صورتیں بیان کی گئی ہیں
دو | تین | چار | **پانچ**

5۔ وحی کی سورتیں ذکر کی گئی ہیں:
سورۃ القیامہ میں | سورۃ الرحمن میں | **سورۃ الشوریٰ میں** | سورۃ النجم میں

6۔ قرآن مجید کو نازل کیا گیا ہے:
وحی کی صورت میں | کتاب کی صورت میں | تختی کی صورت میں | آواز کی صورت میں

7۔ وحی لکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا جاتا ہے:
السابقون الاولون | **کاتبین وحی** | انصار | مہاجر

8۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کا پہلا نسخہ کس کے پاس موجود تھا:
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس | **حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس** | حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس

9۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید جمع کرنے کی ذمہ داری کس کی تھی:
حضرت علی رضی اللہ عنہ | حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ | **حضرت زید بن ثابت** رضی اللہ عنہ | حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

10۔ مصحف عثمانی کے نسخوں کی تعداد تھی
چھ | آٹھ | **سات** | نو

11۔ منافقوں نے ہدایت کے بدلے میں خریدا:
مال اور ملکیت کو | **گمراہی کو** | عہد و میثاق کو | ہدایت کو

12۔ سورۃ البقرہ کی ایت نمبر 18 کے مطابق اندھا، بہرا، اور گونگا اس کو کہا گیا ہے:
فاسق | **منافق** | مشرک | گناہگار

13۔ منافق دھوکہ دینا چاہتے تھے:
اللہ تعالیٰ کو | اللہ کے رسول کو | مشرکوں کو | مومنین کو

14۔ ظاہر سے کچھ اور باطن سے دوسری صورت رکھنے کو کہتے ہیں:
گناہ | شرک | **نفاق** | کفر

15۔ قرآن مجید کی سورت کو پیش کرنے کا چیلنج کس کو دیا گیا تھا:
اہل مکہ کو | یہودیوں کو | **کافروں کو** | عیسائیوں کو

16۔ جنت میں رہنے کی مدت ہے
عارضی | **ہمیشہ** | پچاس سال | سو سال

THE PROFESSORS ACADEMY

17۔ جہنم کا ایندھن ہوں گے:
پتھر اور انسان | راکھ | لکڑی | دھات

18۔ سورۃ البقرہ کی ایت نمبر 27 میں کن لوگوں کو شمار اٹھانے والا کہا گیا ہے
خیانت کرنے والوں کو | **عہد توڑنے والوں کو** | جھوٹ بولنے والوں کو | ظلم کرنے والوں کو

19۔ حضرت ادم علیہ السلام کو علم عطا کیا گیا تھا:
آسمان کا | زمین کا | **تمام چیزوں کے ناموں کا** | لوگوں کا

20۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدے کا حکم دیا گیا:
سمندری مخلوق کو | جنوں کو | **فرشتوں کو** | جانوروں کو

21۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو منع کیا گیا تھا:
جنت سے | دنیا سے | کھانا کھانے سے | **ایک درخت کے کھانے سے**

22۔ بقرہ کے معنی ہیں:
بھینس | بکری | **گائے** | بھیڑ

23۔ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی مدد کیسے کی گئی :
ایک ہزار فرشتوں سے | دو ہزار فرشتوں سے | پانچ ہزار فرشتوں سے | دس ہزار فرشتے

24۔ کس آدمی کے دل، کان پر مہر اور آنکھوں پر پردہ ہے:
کافر | گنہگار | **منافق** | مشرک

25۔ سورہ انفال کس جنگ کے موقع پر نازل کی گئی:
جنگ بدر | جنگ احد | جنگ خیبر | غزوہ خندق

26۔ سورہ انفال کس ہجری میں نازل کی ہوئی:
پانچ | چار | **دو** | تین

27۔ شَرَّ الدَّوَابِّ کے معنی ہیں
برا جانور | جانوروں میں سب سے برا | بروں میں برا جانور | **جانوروں میں سب سے زیادہ برا**

28۔ لِمَا يُحْيِيكُمْ سے مراد ہے
زندگی | دنیا | جہاد | موت

29۔ فِتْنَةٌ سے مراد ہے
آزمائش | جنگ | عذاب | موت

30۔ تقوی اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے:
مال ملکیت | **عزت** | قوت | عہدہ

31۔ قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے شہید کرنے، شہید کرنے، یا ملک سے نکالنے کی کوشش اس موقع پر کی:
ہجرت حبشہ | جنگ بدر | **ہجرت مدینہ** | غزوہ جوک

32۔ مشرکوں نے دعا کی کہ ہم پر اسمان سے برسایا جائے:
بارش | **پتھر** | ہوا | طوفان

33۔ "یوم الفرقان" سے مراد ہے:
غزوہ بدر کا دن | غزوہ احزاب کا دن | صلح حدیبیہ کا دن | فتح مکہ کا دن

THE PROFESSORS ACADEMY

34۔ "اَرکب" سے مراد ہے:

ابوجہل کا لشکر ابوسفیان کا قافلہ مسلمانوں کا لشکر میدان جنگ

35۔ خُمس سے مراد ہے:

تیسرا حصہ چوتھا حصہ **پانچواں حصہ** چھٹا حصہ

36۔ سورہ بقرہ کی ایت نمبر دو کے مطابق قرآن مجید پرہیزگاروں کے لیے ہے

رحمت برکت شفاعت **ہدایت**

37۔ تذہب رِجْعَم کا مطلب ہے:

آپ کی جسمانی قوت ختم ہو جائے گی آپ کی طاقت ختم ہو جائے گی آپ کو ہو لگ جائے گی **آپ کی ہوا اکھڑ جائے گی**

38۔ شیطان نے کہا میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اس سے مراد ہے:

ہر چیز **فرشتے** جن لشکر

39۔ انی جار لکم کے الفاظ کہے:

ابوجہل نے **شیطان نے** ابوسفیان نے قریش کے سردار نے

40۔ سانس نکالتے وقت فرشتے مارتے ہیں:

جانور کو عام انسان کو **آل فرعون کو** کفار کو

41۔ قوم کو ڈبو کر ہلاک کیا گیا:

ثمود کی قوم کو ہود کی قوم کو **فرعون کی قوم کو** یہود کی قوم کو

42۔ برے جانور شمار کیا گیا ہے:

حرام جانور کو وحشی جانور کو **ایمان نہ لانے والے کو** فساد پھیلانے والے کو

43۔ مسلمانوں کو جنگی ہتھیاروں کی تیاری کرنی چاہیے:

کم زیادہ درمیانی **جتنی ہو سکے**

44۔ اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کیا ہوا پورا پورا واپس ملے گا:

مال و دولت سونا ہر چیز وقت

45۔ نبی کریم ﷺ اور مومنوں کے لیے کافی ہے:

اللہ تعالی کتاب سنت اسوہ حسنہ

46۔ مومنوں کو اکسانے کے لیے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا:

کسی سفر کا **جہاد کا** تجارت کا ہنر کا

47۔ مومنوں سے دشمنوں کی تعداد پر فتح کا پہلا وعدہ تھا:

برابر کی پر دگنی پر **دس گنا پر** تین گنا پر

48۔ پر جنگی قیدیوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا:

قیدیوں سے قریش سے **صحابہ کرام سے** مخالف کمانڈروں سے

49۔ بدر کے قیدیوں میں سے اکثر قیدیوں کو فدیے کے بدلے ملی:

آزادی غلامی بخشش مالی مدد

50۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ سے مراد ہے:

مہاجرین صحابہ کرام انصار صحابہ کرام عشرہ مبشرہ صحابہ کرام السابقون الاولون صحابہ کرام

51۔ "والَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا" سے مراد ہے:

مسلمان مومن **انصار** مہاجر

52۔ اثر اور سنت ہم معنی الفاظ ہیں:

قرآن کے الہام کے وحی کے **حدیث کے**

53۔ اسلام کا دوسرا ماخذ ہے:

قرآن **سنت** اجماع قیاس

54۔ حدیث کی کتاب صحیفہ صادقہ کو جمع کیا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ

55۔ اصول اربعہ حدیث کی چار مستند ترین کتابیں ہیں:

فقہ جعفریہ کی فقہ حنفیہ کی فقہ مالکیہ کی فقہ شافعیہ کی

56۔ لفظ نیت کے معنی ہیں:

دل سے ارادہ کرنا دعا پڑھنا توجہ دینا عمل کرنا

57۔ تقوی کی جگہ ہے:

دماغ **دل** بدن روح

58۔ حدیث کے مطابق جو خود کے لیے پسند کرتے ہو، اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرو، وہ:

اس سے کم ہو **اس جیسا ہو** اس سے زیادہ ہو بالکل نہ ہو

59۔ میانہ روی کے لیے عربی لفظ استعمال ہوتا ہے:

انصاف احسان ایمان اقتصاد

60۔ حدیث کی روشنی میں رزق کی کشادگی کے لیے ذریعہ بیان کیا گیا ہے:

سچ بولنا **صلہ رحمی کرنا** بڑوں کا ادب کرنا بچوں پر شفقت کرنا

61۔ احیاء سنت سے مراد ہے:

سنت کو ماننا سنت کو بیان کرنا **سنت پر عمل کرنا** سنت کو چھوڑنا

62۔ ظالم کی مدد کی جا سکتی ہے اس کو

قید کرنے سے سزا دینے سے ظلم معاف کرنے سے **ظلم سے روکنے سے**

63۔ اسلام لانے کے عمل کے بعد جس پر استقامت کی تاکید ہے وہ ہے:

نماز ادا کرنا روزہ رکھنا حج کرنا **ایمان پر قائم رہنا**

64۔ حدیث کے مطابق روزے کی حالت میں جھوٹ اور بدکلامی سے:

روزہ ٹوٹ جاتا ہے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا روزے کا ثواب نہیں ملتا **روزے کا ثواب کم ہو جاتا ہے**

65۔ احسانات گنوانے کا مطلب ہے:

مزید احسان کرنا زیادہ مدد کرنا **بھلائی کر کے جتانا** شکریہ ادا کرنا

66۔ حدیث کے مطابق جس نے خاموشی اختیار کی گویا کہ وہ:

کامیاب ہوا ناکام ہوا گونگا ہوا نہ سمجھ ہوا

67۔ حدیث کے مطابق دین نام ہے:

عمل کا کمانے کا **خیر خواہی کا** علم کا

68۔ اللہ تعالی کو اس کی ذات و صفات میں واحد ماننے کا نام ہے:

جزء ایمان **توحید** توکل عقیدہ

69۔ شراکت اور حصہ داری کے لیے لفظ استعمال ہوتا ہے:

شرک نفاق کفر فسق

70۔ شرک کی ضد ہے:

عقیدہ توحید عقیدہ رسالت عقیدہ آخرت عقیدے بعث بعد الموت

71۔ نبوت کے لفظی معنی ہیں:

پیغام پہنچانا حکم کرنا انتخاب کرنا **خبر دینا**

72۔ اولوالعزم بڑی ہمت والے صفت ہے:

کچھ انبیاء کرام کی کچھ صحابہ کرام کی کچھ مومنوں کی کچھ اولیاء کی

73۔ جس رسول کے بعد پچھلی شریعت منسوخ ہوئی وہ ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام **حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم**

74۔ فرشتے پیدائش ہیں:

آگ کی **نور کی** مٹی کی ہوا کی

75۔ قبر میں سوال کرنے والے فرشتے ہیں:

رضوان اور مالک کرام کاتبین **منکر نکیر** جبرائیل اور عزرائیل

76۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے:

دو بار تین بار چار بار پانچ بار

77۔ موت کے بعد آنے والی زندگی کو کہا جاتا ہے:

دنیا جنت جہنم **آخرت**

78۔ ایک قول کے مطابق دنیا آخرت کے لیے ہے

راستہ پل **کھیتی** ذریعہ

79۔ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تمام انسان حساب کتاب کے لیے جمع ہوں گے:

پل صراط پر اعراف پر قبر میں **محشر میں**

80۔ آخرت میں تمام انسانوں کو جس جگہ جمع کیا جائے گا اس کا نام ہے:

عالم برزخ **حشر کا میدان** پل صراط قیامت

81۔ قرآن مجید کو کون سی چیز دوسری کتابوں سے ممتاز کرتی ہے:

حفاظت ضخامت قدامت جدت

82۔ اللہ تعالی کے سامنے انتہائی عاجزی کرنے کو کہتے ہیں:

توحید ایمان اسلام **عبادت**

83۔ نماز کے لیے عربی میں لفظ استعمال ہوا ہے:

الصلوۃ النوم الصوم الفلاح

84۔ حدیث کے مطابق اکیلے نماز ادا کرنے کے مقابلے میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب ہے:

پچیس گنا **ستائیس گنا** بیس گنا دس گنا

85۔ سال میں زکوۃ لازم ہے:

چار مرتبہ تین مرتبہ دو مرتبہ **ایک مرتبہ**

86۔ زکوۃ کے مصارف ہیں:

سات **آٹھ** نو دس

86۔ لفظ زکوۃ کے لفظی معنی ہے:

کمائی **پاکیزگی** مال نفع

87۔ روزے کو عربی میں کہا جاتا ہے:

الشہر **الصوم** القدر القیام

88۔ سورۃ القدر کے مطابق لیلۃ القدر زیادہ افضل ہے:

ایک مہینے سے سو مہینوں سے **ہزار مہینوں سے** دس مہینوں سے

89۔ قرآن مجید کی روشنی میں آپ پر روزے فرض ہیں اس لیے کہ آپ بن جائیں:

روزہ دار **پرہیزگار** سچے فرمانبردار

90۔ لفظ حج کے معنی ہیں:

احرام باندھنا طواف کرنا **ارادہ کرنا** تربیت کرنا ہے

91۔ حج کی اقسام ہیں:

پانچ چار **تین** دو

92۔ صاحب حیثیت لوگوں پر زندگی میں حج فرض ہے:

ہر سال جب طاقت ہو دو بار **ایک بار**

93۔ شفقت، رحم اور مہربانی کے لیے عربی لفظ استعمال ہوتا ہے:

برکت ہجرت قدرت **رحمت**

94۔ غلاموں کو آزاد کرنے کا رواج پڑا:

صحابہ رضی اللہ عنہ کے دور میں حضور ﷺ کے دور میں **دور نبوت سے پہلے** تابعین کے دور میں

95۔ حدیث کے مطابق یتیم پر شفقت اور مہربانی کرنے والا جنت میں ہو گا:

حضور ﷺ کے ساتھ والدین کے ساتھ دوست کے ساتھ یتیم کے ساتھ

96۔ اسلام کی پہلی ریاست قائم ہوئی:

مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ میں قبا میں طائف میں

97۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت سپہ سالار شرکت کی:

26 غزوات میں **27 غزوات میں** 28 غزوات میں 29 غزوات میں

98۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام معاملات حل فرماتے تھے:

عرفات میں مسجد قبا میں **مسجد نبوی میں** مسجد حرام میں

99۔ صبر کے معنی آتے ہیں:

آگے بڑھنا **رکنا** پیچھے ہٹنا خاموش رہنا

100۔ صبر کرنا عادت ہے:

بچوں کی غصہ کرنے والوں کی **انبیاء کی** بادشاہوں کی

101۔الصبر ضیاء کے معنی ہیں:

صبر کرنا ہے | **صبر روشنی ہے** | صبر اچھا ہے | صبر ضروری ہے

102۔درگزر کا مطلب ہے:

معاف کرنا | احسان کرنا | یاد کرنا | بھول جانا

103۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کر کے تکلیف دی تھی :

طائف والوں نے | مدینہ والوں نے | خیبر والوں نے | خیبر والوں نے

104۔اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ ہتھیار تھانے کھڑا تھا:

کلہاڑی | بھالا | **تلوار** | نیزہ

105۔عدل کے معنی ہیں:

سخاوت کرنا | دو حصوں میں تقسیم | میانہ روی کرنا | **برابری کرنا**

106۔عدل کے لیے قرآن مجید میں لفظ استعمال ہوا ہے:

میزان | وسط | **قسط** | مکیال

107۔سورہ مائدہ کی آیت نمبر 8 کے مطابق عدل زیادہ نزدیک ہے:

پرہیزگاری کے | سچ کے | سخاوت کے | صبر کے

108۔اخوت لفظ کے معنی ہیں:

بہن بھائی بننا | **ایک دوسرے کا بھائی بننا** | ہمدردی کرنا | رشتہ داری کرنا

109۔سورۃ الحجرات کی ایت نمبر 10 کے مطابق تمام مومن آپس میں ایک دوسرے کے ہیں؛

دوست | دشمن | مددگار | **بھائی**

110۔اخوت قائم ہوگی :

دولت سے | سخاوت سے | پیار سے | **اتحاد سے**

111۔حق کے لغوی معنی ہیں:

پاک | ظاہر | واضح | **ثابت**

112۔حدیث کے مطابق مسلمان کے مسلمان پر حقوق میں سے ہے:

اہمیت نہیں دینا | لاتعلق بھی کرنا | **سلام کا جواب دینا** | دوستی کرنا

113۔حقوق کی ادائیگی سے:

تعلقات بہتر ہوتے ہیں | صحت بہتر ہوتی ہے | دولت ملتی ہے | سوچ میں اضافہ ہوتا ہے

114۔حدیث کے مطابق تم میں سے بہتر وہ ہے جو گھر والوں کے لیے :

فائدہ مند ہیں | لاپرواہ ہیں | **بہتر ہیں** | سچے ہیں

115۔دور جہالت میں بیٹیوں کو:

بھوکا رکھا جاتا تھا | **زندہ دفن کیا جاتا تھا** | سرعام قتل کیا جاتا تھا | خاندان سے نکال دیا جاتا تھا

116۔عورتوں کی کفالت کی ذمہ داری:

حکومت پر ہے | تمام مسلمانوں پر ہے | **ان کے سرپرستوں پر ہے** | محلے والوں پر ہے

117۔ایک رائے پر متفق نہ ہونے سے ہوتا ہے:

فیصلہ | جھگڑا | اتفاق | الفت

118۔اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور فرقے فرقے نہ ہو جانا فرمان ہے:

قرآن مجید میں | حدیث مبارکہ میں | فقہ میں | تاریخ میں

119۔اتحاد کے بنیاد ہیں:

قرآن اور تفسیر | حدیث اور اصول حدیث | فقہ اور اصول فقہ | **قرآن وسنت**

120۔امام ابوحنیفہؒ کی نظر میں سب سے بڑے فقیہ تھے:

امام جعفر صادقؒ | امام ابویوسفؒ | امام محمدؒ | امام زفرؒ

121۔حضرت "امام جعفر صادقؒ یا تو روزے میں یا نفل میں یا قیام میں یا کثرت سے ذکر میں" یہ قول ہے:

انس بن مالکؓ | امام مالکؒ | امام شافعیؒ | امام احمد بن حنبلؒ

122۔امام جعفر کی نماز جنازہ پڑھائی:

جابر بن حیان | امام موسم کاظمؒ | امام ابوحنیفہؒ | امام مالکؒ

123۔حضرت امام ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالی نے شرف عطا کیا:

صحابی ہونے کا | **تابعی ہونے کا** | ولی ہونے کا | تبع تابعی ہونے کا

124۔حضرت امام ابوحنیفہؒ سے منسوب کتاب کا نام ہے:

المبسوط | الزیادات | الجامع الکبیر | کتاب الآثار

125۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کوفہ میں درس دیتے تھے

امام ابوحنیفہؒ | امام شافعیؒ | امام ابویوسفؒ | امام احمد بن حنبلؒ

126۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک بڑے عالم اور امام تھے:

امام شافعیؒ | امام احمد بن حنبلؒ | امام ابویوسفؒ | امام محمدؒ

127۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب شدہ کتاب ہے:

کتاب الآثار | مسند | جامع الصغیر | **موطا**

128۔امام شافعی رحمت اللہ علیہ کو شافعی نسب سے بلاتے تھے وہ نسبت ہے:

عثمان بن شافع سے | **شافع بن سائب سے** | عباس شافع سے | ادریس بن شافع سے

129۔حضرت امام شافعی رحمت اللہ علیہ کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ انہیں لے کر آئی:

فلسطین | بصرہ | مدینہ منورہ | مکہ مکرمہ

130۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کن کے مشہور شاگردوں میں سے تھے:

امام جعفر صادقؒ | امام ابوحنیفہؒ | **امام مالکؒ** | امام محمد بن حسنؒ

131۔امام احمد بن حنبل کو احادیث یاد تھیں:

دس لاکھ | دس ہزار | ایک لاکھ | پچاس ہزار

132۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے:

کتاب الاعلام | الموطا | **المسند** | کتاب الآثار

منتخب آیات، سورۃ البقرہ، ترجمہ و تشریح آیت نمبر 1 تا 39

سورۃ البقرہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ: یہ کتاب الٓمٓ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے ان ڈر رکھنے والوں کے لئے۔

تشریح: ان آیات میں قرآن مجید اللہ تعالی کی کتاب ہونے کی صداقت کو بیان کیا گیا ہے، الف، لام، میم، کے حروف کو حروف "مقطعات" کہا جاتا ہے ان کا مفہوم اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قرآن مجید کی دو خصوصیات اس آیت میں بیان کی گئی ہیں:

ایک یہ کہ قرآن مجید ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک ہے، اور یہ کہ اللہ تعالی کا سچا کلام ہے، کیونکہ کوئی بھی اس کتاب جیسی سورت یا آیت پیش نہیں کر سکتا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے، جو لوگ اپنے آپ کو دنیا میں نافرمانی سے بچا کر ہمیشہ کی کامیابی چاہتے ہیں قرآن انہیں ہدایت دیتا ہے۔

آیت نمبر 2۔3۔4۔5: الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور اس میں سے، جو ہم نے انھیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے بڑی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔

تشریح: ان آیات میں نیک اور پرہیزگار لوگوں کی پانچ صفات اور ان پر عمل کرنے کی صورت میں کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے، وہ پانچ صفات درج ذیل ہیں:

ایمان بالغیب: پرہیزگار اور نیک لوگ بغیر دلیل اور مشاہدے کے حضور ﷺ کی ہر بات پر یقین رکھتے ہیں۔

نماز قائم کرنا: نماز پورے اہتمام کے ساتھ پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ: اللہ تعالی کے راستے میں اس کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آسمانی تعلیم پر ایمان: قرآن مجید، پچھلی الہامی کتابوں کو برحق اور اللہ تعالی کا کلام مانتے ہیں۔

آخرت پر ایمان: ایمان والوں کو معلوم ہے کہ یہ دنیا عارضی اور فانی ہے اور ایک دن قیامت قائم ہوگی، حساب کتاب کا سامنا کرنا ہے، پھر جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہوگا، جس شخص میں خدا خوف کے ساتھ یہ پانچ خوبیاں ہوں وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہے۔

آیت نمبر 6۔7: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان پر برابر ہے، خواہ آپ انھیں ڈرایا ہو یا نہ ڈرایا ہو، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی نگاہوں پر بھاری پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

تشریح: ان دونوں آیتوں میں کافروں کے بارے میں چند باتیں اور ان کا برا انجام کو بیان کیا گیا ہے، کفر کا مطلب انکار کرنا، شریعت کی ضروری باتوں کی نافرمانی کرنا، یہاں حضور ﷺ نے ایسے کافروں کے بارے میں آگاہی دی، جو اپنی سخت دلی، ہٹ دھرمی اور دین دشمنی میں پاگل ہو گئے ہیں، انہیں بتایا گیا ہے کہ ایسی حرکتوں کی وجہ سے اللہ تعالی نے کافروں کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، اب وہ ہدایت کے نہیں بلکہ اخرت میں دردناک عذاب کے حقدار ہیں، آپ انہیں خیر خواہی کے ساتھ دین کی دعوت دیں یا نہ دیں دونوں برابر ہے، وہ سیدھے راستے پر آنے والے نہیں ہیں۔

آیت نمبر 8۔9: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔ وہ اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں منافقین اور ان کے طرز عمل کو بیان کیا گیا ہے، دین کی بنیادی باتوں پر ایمان نہ لانا اور اس کا انکار کرنا کفر کہلاتا ہے، قرآن مجید میں مومنوں اور کافروں کے بارے میں بہت تفصیل موجود ہے، دونوں گروہوں کے علاوہ ایک تیسرا گروہ بھی ہجرت کے بعد سامنے آیا وہ جو باہر سے ایمان کا دعوی کرتے ہیں، لیکن دل میں کفر چھپا کر رکھتے ہیں، ان کو منافق کہا جاتا ہے، منافقت کفر سے بھی بڑا گناہ ہے، جس کا آخری انجام دوزخ ہے، سورہ بقرہ کی ان آیات میں کہا گیا ہے کہ بعض قسم کے لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا دعوی کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں دونوں کو نہیں مانتے، وہ اپنی سوچ میں اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دے رہے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ انجام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ایمان کے بدلے کفر کو خرید کر اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

آیت نمبر 10: فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ

ترجمہ: ان کے دلوں ہی میں ایک بیماری ہے، تو اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں نفاق، جھوٹ، حسد اور اس کی سزا بیان کی گئی ہے، منافقین کو نفاق کی بیماری ہے، جو کہ اللہ تعالی نے ان کے انکار کی وجہ سے اور بڑھا دی ہے اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔

آیت نمبر 11۔12: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ، تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں، سن لو! یقیناً وہی تو فساد ڈالنے والے ہیں اور لیکن وہ نہیں سمجھتے۔

تشریح: اس آیت میں منافقین کے منافقت اور ملک میں بدامنی پھیلانے کے بارے میں بتایا گیا ہے، فتنہ پھیلانا، نفاق اختیار کر کے ایمان کا انکار کرنا بہت بڑا فتنہ ہے، اس کے علاوہ نئے نئے مسلمانوں کو گمراہ اور جھوٹی خبریں پھیلانے پر جب منافقین سے کہا گیا کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ، تو کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد اصلاح اور بھلائی چارہ قائم کرنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ قریش، یہودی اور عرب ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہیں۔ لیکن اللہ تعالی نے اس بات کی وضاحت فرما دی کہ یہ جھوٹے اور فساد پھیلانے والے ہیں لیکن جانتے نہیں۔

آیت نمبر 13۔14: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں، تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں، جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سن لو! بے شک وہ خود ہی بے وقوف ہیں اور لیکن وہ نہیں جانتے۔ اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں، تو کہتے ہیں بے شک ہم تمھارے ساتھ ہیں، ہم تو ان (مسلمانوں) سے مذاق کرتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں منافقین کا نفاق یعنی مومنوں کو بے وقوف سمجھنا، سچ بولنے کو حماقت اور نفاق کو عقلمندی سمجھنا بیان کیا گیا ہے، منافقین کا نفاق یعنی سچ بولنے والوں کو حقارت سے دیکھنا، ان کے مزاق اڑانے کو بیان کیا گیا ہے، منافقین اکثر یہودیوں میں سے تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتے تھے۔

حالانکہ ان کو یقین تھا کہ آپ ﷺ سچے ہیں، آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری پچھلی کتابوں میں بھی دی گئی تھی۔

جب ان سے کہا جائے کہ وہ سرے لوگوں کی طرح تم بھی ایمان لے آؤ، اور دونوں جہانوں کی کامیابی حاصل کر لو، حضور ﷺ کو اپنی مان لو، قرآن مجید پر ایمان لاؤ اور اسلام قبول کر لو، تو کہنے لگے کہ یہ سب ایمان لانے والے جاہل اور نا سمجھ ہیں۔ اللہ تعالی ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے، کہ ایمان لانے والے جاہل نہیں، بلکہ منافق خود بے وقوف اور جاہل ہیں، لیکن وہ جانتے نہیں۔ انہیں اس بات کی سمجھ نہیں۔

منافق دو چہروں والے تھے، جب وہ مسلمانوں سے ملتے تو، ان سے کہتے کہ ہم ایمان لا چکے ہیں، دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور جب وہ اپنے شیطان دوستوں، مشرکوں اور کافروں سے ملتے ہیں، تو انہیں یقین دلاتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، مسلمانوں سے تو ہم صرف مذاق کرتے ہیں، حقیقت میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

آیت نمبر 15۔16: اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

ترجمہ: اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے اور انھیں ڈھیل دے رہا ہے، وہ اپنی سرکشی ہی میں حیران پھرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی، تو نہ ان کی تجارت نے نفع دیا اور نہ وہ ہدایت پانے والے بنے۔

تشریح: ان آیات میں منافقوں کے نفاق کی وضاحت کی گئی ہے اور منافقوں کی ہدایت کے بدلے گمراہی کو اختیار کرنے اور اس کے انجام کو بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالی نے اہل ایمان کے بارے میں واضح فرمادیا کہ دنیا میں منافقین کو مہلت دی گئی ہے، چاہے وہ طعنہ دیں ، تمسخر اڑائیں اور خود کو مومن، مومن کہہ کر اپنی جان مال اور عزت کو محفوظ کرلیں، لیکن اخرت میں انہیں اس مذاق کا بدلہ جہنم کی صورت میں ملے گا۔

آیت نمبر 17-18: مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا۔ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ

ترجمہ: ان منافقوں کی مثال اس شخص کی سی ہے، جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی، جب اس نے اس کے ارد گرد کی چیزوں کو روشن کر دیا، تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انھیں کئی طرح کے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے، بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔

تشریح: ان ایات میں منافقین کی حالت کے بارے میں مثال بیان کی گئی ہے منافقین میں سے کچھ اپنے نفاق اور بداعتقادی میں بڑے پکے اور اسلام دشمنی میں بڑے سخت تھے، ان میں کچھ اسلام دشمن تھے اور کچھ شک وشبے میں مبتلا تھے، مذکورہ آیات میں دونوں اقسام کے بارے میں مثالیں دی گئی ہیں ، پہلی قسم کے منافقوں کی حالت یہ ہے کہ وہ شخص جو اندھیری رات میں آگ جلاتا ہے، جس سے اس کے آس پاس پڑی چیزیں نظر آنے لگتی ہیں وہ ابھی ضرورت کی کوئی چیز لینے ہی والا ہوتا ہے کہ عین اس وقت آگ بجھ جاتی ہے اور گھپ اندھیرا ہو جاتا ہے، ان منافقوں کے ایمان کے دعوے اخرت میں اسی روشنی کی طرح ہوں گے، جو ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گی، وہ ہدایت کو سننے سے بہرے، بولنے سے گونگے اور بینائی سے اندھے ہیں لہذا وہ ہدایت کی طرف لوٹنے والے نہیں ہیں۔

آیت نمبر 19-20: أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ترجمہ: یا جیسے آسمان سے اترنے والی بارش، جس میں کئی اندھیرے ہیں اور گرج، چمک ہے، وہ کڑکنے والی بجلیوں کی وجہ سے موت کے ڈرسے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ بجلی قریب ہے کہ ان کی نگاہیں اچک کرلے جائے، جب کبھی وہ ان کے لیے روشنی کرتی ہے، اس میں چل پڑتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کر دیتی ہے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کی سماعت اور ان کی نگاہیں لے جاتا، بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

تشریح: اس آیت میں منافقین کے بارے میں ایک اور مثال بیان کی گئی ہے، دوسری قسم کے متردد منافقین جو ایمان کی باتیں سن کر یقین کرلیتے ہیں لیکن جب کافر کے پاس ان کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو اسے سچ سمجھتے ہیں، یہ ان لوگوں کی طرح ہیں، جو اندھیری رات اور طوفانی بارش میں پھنسے ہوئے ہوں، بارش کے ساتھ ساتھ بجلی کی چمک اور گرج ہو، بجلی کے چمک سے اندھے اور گرج سے بہرے ہونے کا خوف ہو اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر اپنے اپ کو موت سے بچائیں، جب بجلی کی روشنی ہوتی ہے تو کچھ حرکت کرتے ہیں ورنہ اپنی جگہ پر کھڑے رہتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے کہ جب اسلام کے قریب ہوتے ہیں تو روشنی حاصل کرتے ہیں اور جب منافقت کی طرف لوٹتے ہیں تو اندھیرے میں گر پڑتے ہیں۔

آیت نمب 21-22: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔ جس نے تمھارے لیے زمین کو ایک بچھونا اور آسمان کو ایک چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمھاری روزی کے لیے پیدا کیے، پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالی کی وحدانیت کی تعلیم ہے، اللہ تعالی کے رب اور خالق ہونے کے دلائل اور عبادت کرنے کے فوائد بیان کیے گئے ہیں، اللہ تعالی اپنی بعض نعمتوں کو یاد دلا کر اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ اے لوگو! ورب جس نے تمھیں اور تمہارے اباؤ اجداد کو پیدا کیا، جس نے زمین کو تمہارے لیے رہنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو تمہارے اوپر چھت بنایا، جس نے آسمان سے بارش برسائی اور تمھیں رزق کے لیے اناج اور پھل مہیا کیے، اس کو اکیلا اور واحد تسلیم کر کے اس کی بندگی کرو، اتنی نعمتیں اور علم حاصل کرنے کے بعد دوسروں کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو، اللہ تعالی کے احکامات کو مان کر توحید پرست اور عبادت گزار بنو، تاکہ تم میں تقوی اور پرہیز گاری پیدا ہو۔

آیت نمبر 23-24: وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

ترجمہ اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو، جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے، تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ ، اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلالو، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم نے ایمانہ کیا اور نہ کبھی کر پاؤ گے، تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

تشریح: اس آیت میں قرآن مجید کو اللہ تعالی کی نازل کردہ کتاب اور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور رسالت کے دعوے کو بیان کیا گیا ہے، منافقوں اور کافروں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول اور نبی نہیں ہیں اور قرآن پاک آپ کی اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے اسے اللہ تعالی نے نازل نہیں کیا، تو پھر تم اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھاو، چاہے دوسرے مددگار جمع کرلو، جس میں قرآن مجید کی طرح فصاحت، بلاغت اور حکمت ہو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو، اور یقیناً تم یہ نہیں کر سکو گے، تو پھر اس کتاب پر یقین کرو اور جہنم کی اس آگ سے ڈرو، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اور یہ آگ ایسے ہی کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

آیت نمبر 25: وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

ترجمہ: اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جب کبھی ان میں سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا، اور ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں ایمان والوں کے اعمال صالحہ کے اجر وثواب کو بیان کیا جارہا ہے اور کفار کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کفار کے مقابلے میں وہ لوگ جنہوں نے قرآن پاک کو سچا مانا اور اس کے مطابق نیک عمل کیے، انہیں خوشخبری سنائیں کہ ایسے لوگوں کے لیے باغات تیار کیے گئے ہیں، جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور ان کو لاتعداد کھانے اور پھل دیے جائیں گے، جب بھی وہ ان پھلوں کو ایک جیسی شکل وصورت میں دیکھیں گے، تو کہیں گے کہ یہ تو پہلے بھی ملے تھے لیکن مزے اور ذائقے میں وہ مختلف ہوں گے اس کے علاوہ ایسے لوگوں کو پاکیزہ بیویاں بھی ملیں گی اور وہ ہمیشہ اس جنت میں رہیں گے۔

آیت نمبر 26: إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ

ترجمہ: بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان کرے، مچھر کی ہو یا پھر اس سے اوپر کی، پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے، سو جانتے ہیں کہ وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، باقی رہے وہ جنھوں نے کفر کیا، تو وہ کہتے ہیں اللہ نے مچھر کی اس مثال دینے سے کیا ارادہ کیا؟ وہ اس کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس (قرآن) کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

تشریح: اس آیت میں کافروں کے اعتراضات اور ان کے جوابات کو بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مختلف چیزوں کے نام اور مثال دی ہیں مثلاً مکڑی ، مکھی اور مچھر وغیرہ ، مشرکین اور کفار کی طرف سے قرآن مجید پر یہ اعتراض ہوا کہ جس میں انتہائی معمولی وحقیر چیزوں کا ذکر ہے اور ان کی مثالیں دی گئی ہیں، اللہ کے کلام میں ایسی مثالیں نہیں ہونی چاہیے، اس لیے اس آیت میں واضح کیا گیا کہ اللہ کے لیے مچھر یا اس قسم کی دوسری چیزوں کی مثال دینے میں کوئی حرج یا عیب نہیں ، بلکہ ان مثالوں کو پیش کرنے کا مقصد مومنوں اور کافروں کو سامنے لانا اور یہ بات سمجھانا ہے کہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حق کو مانیں، اس بنا پر اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اللہ کا سچا پیغام ہے جبکہ کافر اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ ان مثالوں کے بیان کرنے کا مقصد کیا ہے۔

کافروں کی انہی باتوں کی وجہ سے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم اس قرآن کے ذریعے بعض کو ہدایت دیں گے اور بعض کو گمراہ کر دیں گے۔

آیت نمبر 27: الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو، اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو توڑتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں کافروں کے اعمال اور ان کے انجام کو بیان کیا گیا ہے، یہ بھی کفار کا عمل ہے کہ وہ اللہ تعالی کی وحدانیت کا عہد توڑتے ہیں، اللہ تعالی نے جس چیز کو جوڑنے کی ہدایت دی ہے وہ اسے توڑتے ہیں، اپنے کفر وفساد کی وجہ سے زمین میں بدامنی پھیلاتے ہیں، ایسے لوگ خسارے میں ہیں۔

آیت نمبر 28-29: كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

ترجمہ: تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہی ہے جس نے زمین میں سب کچھ تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنادیے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

تشریح: ان آیات میں وجود باری تعالی کے دلائل بیان کیے گئے ہیں، کافروں کو بڑے حیران کن انداز میں مخاطب کیا گیا ہے، کہ تمہیں اللہ کی وحدانیت کا قائل ہونا چاہیے، تم اس رب کی بندگی کا کیسے انکار کر سکتے ہو جس نے تم کو عدم سے وجود بخشا، تمہیں پیدا کیا، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر تمہیں اس کے سامنے حساب کتاب کے لیے پیش کیا جائے گا، تم ایسے رب پر ایمان لانے سے انکاری ہو، جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام نعمتیں پیدا کیں اور ساتوں آسمان بنائے، جو سب کچھ جانتا ہے، اس کفر کے انجام سے بچو، کیونکہ یہ انجام انتہائی دردناک ہے۔

آیت نمبر 30: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا: کیا آپ اس کو بنائیں گے جو اس (زمین) میں فساد کرے گا اور بہت سے خون بہائے گا اور ہم آپ کی حمد وثنا بیان اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ (اللہ نے) فرمایا بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

تشریح: اس آیت میں انسان کی پیدائش، اس کی بزرگی، عظمت اور زمینی خلافت کا بیان ہے، پچھلے رکوع میں اللہ تعالی نے اپنی توحید اور عبادت کی طرف راغب کرنے کے لیے زمین آسمان اور انسان کی پیدائش جیسی نعمتوں کا ذکر کیا، اس آیت میں حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا گیا کہ اس وقت کو یاد کریں، جب تمہارے رب نے فرشتوں کو خبر دی تھی کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں، جس پر فرشتوں نے کہا کہ آپ ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد پیدا کریں گے اور خون خرابہ کریں گے، ہم آپ کی تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے کے لیے کافی ہیں، اللہ تعالی نے واضح فرمایا کہ اس مخلوق کو پیدا کرنے میں میرا مقصد کیا ہے، تمہیں اس کا علم نہیں، میں اپنی حکمت خود جانتا ہوں تمہیں اس بات کا کوئی علم نہیں ہے۔

آیت نمبر 31-32-33: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ۔

ترجمہ: اور آدم کو سب کے سب نام سکھادیے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ انھوں نے کہا: آپ پاک ہے، ہمیں کچھ علم نہیں گمر جو آپ نے ہمیں سکھایا، بے شک آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔ فرمایا اے آدم! انھیں ان کے نام بتا، جب اس نے انھیں ان کے نام بتادیے ، (اللہ تعالی نے) فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں جانتا ہوں اور اس کو بھی جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو۔

تشریح: ان آیات میں بیان کیا جارہا ہے فرشتوں کی گفتگو کے بعد اللہ تعالی نے آدم کو بنایا، پھر اللہ تعالی نے فرشتوں پر دلیل کے ذریعے آدم کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے ایک امتحان لیا، حضرت آدم کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم عطا فرما کر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو، تو ان چیزوں کے نام بتاؤ، سب نے اپنے عاجزی کا اقرار کیا اور کہا کہ اے اللہ! آپ کی ذات پاک ہے، جو علم آپ نے ہمیں دیا ہے، اس کے سوا ہمارے پاس کوئی علم نہیں، یقیناً آپ اپنے فیصلوں اور حکمتوں کو بہتر جانتے ہیں، پھر آدم کو حکم دیا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ، حضرت آدم نے ان چیزوں کے نام بتادیے، اللہ تعالی نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمینوں کے راز کو جانتا ہوں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو، میں اسے بھی جانتا ہوں، مجھے ہر بات کا علم ہے۔

آیت نمبر 34: وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو، تو انھوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

تشریح: اس آیت میں حضرت آدمؑ کو فرشتوں کا سجدہ اور شیطان کے تکبر کا ذکر ہے، جب حضرت آدمؑ نے علم میں فرشتوں پر برتری حاصل کی تو اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو، چنانچہ سب نے سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے غرور اور تکبر کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ اللہ کے نافرمانوں میں ہو گیا اور جنت سے نکال دیا گیا۔

آیت نمبر 35: وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ

ترجمہ: اور ہم نے کہا اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو، اور دونوں اس میں سے کھاؤ، جہاں چاہو اور تم دونوں اس (ممنع کردہ) درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ تم دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔

تشریح: حضرت آدمؑ کی عظمت اور بزرگی بیان ہو رہی ہے، کہ فرشتوں سے سجدہ کرانے کے بعد انہیں جنت میں رکھا اور ہر چیز کی رخصت دے دی لیکن ایک خاص درخت سے روکا، یہ دراصل ایک امتحان تھا۔ بعض کہتے ہیں یہ انگور کی بیل تھی۔ کوئی کہتا ہے۔گیہوں کا درخت تھا۔ کسی نے کھجور، کسی نے انجیر کہا ہے۔ کسی نے کہا ہے اس درخت کے کھانے سے انسانی حاجت ہوتی تھی، جو جنت کے لائق نہیں۔ کسی نے کہا ہے، اس درخت کا پھل کھا کر فرشتے ہمیشہ کی زندگی پا گئے ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی ایک درخت تھا جس سے اللہ نے منع کر دیا تھا۔ نہ قرآن سے اس کا تعین ثابت ہوتا ہے، نہ کسی صحیح حدیث سے۔ مفسرین میں اختلاف ہے اور اس کے معلوم ہونے سے کوئی اہم فائدہ اور نہ معلوم ہونے سے کوئی نقصان نہیں۔

آیت نمبر 36: فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ

ترجمہ: تو شیطان نے دونوں کو اس سے پھسلادیا، پس انھیں اس سے نکال دیا جس میں وہ دونوں تھے اور ہم نے کہا اتر جاؤ، تمھارا بعض بعض کا دشمن ہے اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

تشریح: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ شیطان نے جھوٹی قسمیں کھا کر انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کی، اور انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا، جس پر انہیں جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا، پھر اللہ تعالی کی طرف سے انہیں بتایا گیا کہ اب تمہارا ٹھکانہ زمین پر ہے، تم میں سے بعض ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور زمین پر تمہارا قیام اور تمہاری رہائش ایک مقررہ وقت تک ہوگی، پھر تمہیں میری طرف لوٹنا ہو گا۔

آیت نمبر 37: فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

ترجمہ: پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے، تو اس نے اس کی توبہ قبول کرلی، یقیناً وہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ جنت سے نکالے جانے کے بعد حضرت آدمؑ اپنے رب کی حمد وثنا کرتے رہے، اللہ تعالی نے انھیں کچھ کلمات سکھائے، پھر ان کی توبہ قبول فرمائی، اللہ تعالی اپنے بندوں کی خطائیں معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت نمبر 38-39: قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

ترجمہ: ہم نے کہا سب کے سب اس سے اتر جاؤ، پھر اگر کبھی تمھارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آجائے، تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی، سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تشریح: جنت سے نکالتے ہوئے جو ہدایت آدم وحوا علیہما السلام اور ابلیس کو دی گئی، اس کا بیان یہاں ہو رہا ہے کہ ہماری طرف سے کتابیں، انبیاء اور رسول وقتاً فوقتاً بھیجے جائیں گے، معجزات ظاہر کیے جائیں گے، راہ حقوق واضح کر دی جائے گی، نبی کریم ﷺ بھی آئیں گے، آپ ﷺ پر قرآن کریم بھی نازل فرمایا جائے گا، جو بھی اپنے زمانے کی کتاب اور نبی کی تابعداری کرے گا اسے آخرت کے میدان میں کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی دنیا کے کھو جانے پر کوئی غم ہو گا۔ سورۃ طٰہٰ میں بھی یہی فرمایا گیا ہے: کہ میری ہدایت کی پیروی کرنے والے نہ گمراہوں گے ، نہ بدبخت وبے نصیب۔ مگر میری یاد سے منہ موڑنے والے دنیا کی تنگی اور آخرت کے اندھاپن کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ یہاں بھی فرمایا: کہ انکار اور تکذیب کرنے والے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ابن جریر رحمہ اللہ ایک حدیث بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اصلی جہنمی ہیں، انہیں تو جہنم میں نہ موت آئے گی، نہ ہی خوشگوار زندگی ملے گی، ہاں جن نیک لوگوں کو ان کی بعض خطاؤں پر جہنم میں ڈالا جائے گا یہ جل کر کوئلے ہو جائیں گے اور پھر شفاعت کی وجہ سے نکال لیے جائیں گے۔

تشریح:ان آیات میں مسلمانوں کے لیے کفار کے دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ اور برتری بیان کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں سے ابوسفیان کے قافلے پر غلبے یا ابوجہل کے لشکر پر فتح کا وعدہ کیا تھا، لیکن مسلمان ابوسفیان کے قافلے سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے اور بغیر لڑے قافلے کے مال کو حاصل کرنا چاہتے تھے، جبکہ اللہ کی مرضی تھی کہ ابوجہل کی قیادت میں آنے والی فوج سے مسلمانوں کا مقابلہ ہو، اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھائے، تاکہ اللہ اپنے فیصلے سے حق کو واضح کردے اور کفار کی جڑیں کاٹ دے، اس طرح کافروں اور مجرموں پر ناچاہتے ہوئے بھی حق واضح ہو جائے گا اور جھوٹ کو شکست ہو جائے گی۔

آیت نمبر 9-10: إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ. وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ.

ترجمہ:جب تم اپنے رب سے کو پکار (دعا) کررہے تھے، اس نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لیے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔ اور یہ تو اللہ نے فقط خوش خبری دی تھی، تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں، اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تشریح:اس آیت میں جنگ بدر میں حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کی قبولیت کو بیان کیا گیا ہے، جنگ بدر کے موقع پر پیش آنے والے حالات اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں:

اے نبی! اس وقت کو یاد کریں جب آپ نے جنگ بدر کے موقع پر اپنے رب سے فتح کی دعا مانگی، پھر اس نے تمہاری دعائیں قبول فرمائی اور وحی بھیجی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کی تعداد سے تمہاری مدد کروں گا، جو یکے بعد دیگرے آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس مدد کا وعدہ صرف تمہیں خوش کرنے اور تمہارے دلوں کو اطمینان دینے کے لیے کیا ورنہ فتح و نصرت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، جو بڑا حکمت والا ہے۔

آیت نمبر 11: إِذْ يَغْشَيُكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۔

ترجمہ:جس وقت اس نے تمہیں اپنی طرف سے تسکین کے لیے اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا، تاکہ اس سے تمہیں پاک کردے اور شیطان کے وسوسے تم سے دور کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔

تشریح:اس آیت میں جنگ بدر میں مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد (نیند، بارش، ذہنی سکون) کو بیان کیا گیا ہے، گزشتہ رکوع میں جن نعمتوں اور خصوصی مدد کا ذکر کیا گیا تھا، ان میں یہ باتیں بھی شامل ہیں:

خوف اور جنگ کے وقت امن اور سکون دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اور صحابہؓ پر نیند طاری کی، تاکہ پریشانی دور ہو جائے، اس حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میٹھے میٹھے نیند سے اونگھنے لگے تھے۔ میدان جنگ میں آپؐ کو پانی کی تکلیف تھی، آپ ریگستان کی طرف کھڑے تھے جہاں آپ کا چلنا مشکل تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بارش برسائی اور پانی کا انتظام کیا، تاکہ آپ اس سے اپنی ضروریات پوری کریں اور اس سے آپؐ کے پاؤں جمنے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ بارش سے ریت جم گئی اور جو شیطانی وسوسے مسلمانوں کو آرہے تھے وہ بھی ختم ہو گئے اس بارش سے تمہارے دلوں کو بھی مضبوط کر دیا تاکہ میدان جنگ میں ثابت کردہ شمن کا مقابلہ کر سکو۔

آیت نمبر 12-13-14: إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۔ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ:جب آپ کے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو، میں کافروں کے دلوں میں دہشت ڈال دوں گا، سو گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہو، تو بے شک اللہ سخت عذب دینے والا ہے۔ یہ تو تم (دنیا کا عذاب) چکھ لو اور جان لو کہ بے شک کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔

تشریح:ان آیات میں غزوہ بدر میں مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے انعامات بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کا وعدہ کیا ہے، اللہ نے فرشتوں کو ہدایت کی تھی کہ میری مدد تمہارے ساتھ ہے، لہٰذا تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب اور ہیبت ڈال دوں گا، وہ خوف زدہ ہو جائیں گے، اور آپ کے سامنے مزاحمت نہیں کریں گے، تم سب مل کر ان کی گردنیں اڑاؤ اور ہڈیاں توڑو، یہ اس لیے کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی، جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا، اسے نقصان پہنچے گا اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔ کافروں کو یہ بھی بتادیں کہ یہ دنیا کا عذاب ہے اسے چکھو، انکار کرنے والوں کے لیے جہنم کا عذاب الگ سے تیار کیا گیا ہے، جو قیامت کے دن دیا جائے گا۔

سورہ انفال آیات کا ترجمہ و تشریح آیت نمبر 1 تا 75

سورہ انفال: بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت نمبر 1: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ:وہ آپ سے غنیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دے غنیمتیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو، اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم ایمان والے ہو۔

تشریح:اس آیت میں مال کی تقسیم کا عمومی حکم بیان کیا گیا ہے، کہ اے پیغمبر! وہ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ انہیں بتائیں کہ مال غنیمت کا اختیار اللہ اور اس کے رسول کے پاس ہے، لہٰذا اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور آپس میں امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرو، اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت اور پیروی کرو۔

آیت نمبر 2-3-4: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

ترجمہ: بے شک مومن تو وہی جس کے سامنے جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے رب کے ہاں ان کے لیے بلند درجے اور بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے۔

تشریح:ان آیات میں وہ صفات بیان کی گئی ہیں، جو ہر مسلمان میں ہونی چاہیے،

جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی بیان کی جاتی ہے تو ان کے دلوں پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کے خوف سے ڈرنے لگتے ہیں، جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو اس کی تلاوت سے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

وہ ہر چیز میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہے وہ ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں، ایسی صفات کے حامل حقیقی اور سچے مومن ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجات، بخشش اور عزت والا رزق تیار کر رکھا ہے جو انہیں جنت میں ملے گا۔

آیت نمبر 5-6: كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ۔يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ۔

ترجمہ: جیسے آپ کے رب نے آپ کو آپ کے گھر سے سچائی کے ساتھ نکالا، اور بے شک ایک جماعت مسلمانوں میں سے ناپسند کرنے والی تھی۔ وہ حق بات میں تجھ سے جھگڑتے تھے، اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد، گویا وہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔

تشریح:ان آیات میں غزوہ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف بیان کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا ہے کہ اے نبی! جس طرح مال غنیمت کی تقسیم میں آپ کو اختیار دیا گیا ہے، بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا، اسی طرح غزوہ بدر کی تیاری کرتے وقت بعض صحابہ کرام نے فرمایا کہ مکہ میں قریش کے پاس ایک بڑی مسلح فوج ہے اور مسلمانوں کے پاس ایک چھوٹا سا لشکر ہے اور اسلحے کی کمی ہے، اس لیے جنگ نہ کریں، اور صرف ابوسفیان کے قافلے سے مال حاصل کرلیں، کیونکہ کافر اس مال کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو گھر سے نکلنے کا راستہ دکھایا اور کچھ لوگ ناچاہتے ہوئے وہاں سے نکلے، اللہ کے واضح فیصلے کے بعد بھی وہ آپ سے اس طرح بحث کر رہے تھے، جیسے انہیں موت کی طرف گھسیٹا جا رہا ہو، اور وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، وہ جنگ سے بہت خوفزدہ تھے جبکہ موت اور زندگی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

آیت نمبر 7-8: وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ

ترجمہ:اور جس وقت اللہ تم سے وعدہ کر تا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کا، کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی، اور تم چاہتے تھے جس میں مشقت نہ ہو وہ تمہیں ملے، اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق کو واضح کردے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ حق کو ثابت ہو جائے اور باطل کو مٹ جائے اگرچہ کفار (اس فیصلے سے) ناخوش ہی ہوں۔

تشریح:ان آیات میں اہل ایمان کو منافقوں کے طرز عمل سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے: ارشاد ہے کہ ان منافقوں کی طرح نہ بنو، جنہوں نے کہا کہ ہم نے نصیحت اور وعظ کی باتیں سنی ہیں، جبکہ وہ نہیں سنتے، کیونکہ وہ نہیں سننا چاہتے، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے بدترین جانور گونگے اور بہرے ہیں، جو بے عقل بھی ہیں، یہ کافر و منافق بھی ایسے ہی جانوروں میں سے ہیں، اگر ان کے لیے اللہ کی طرف سے تھوڑا سا بھی خیر حاصل کرنا ممکن ہوتا، تو انہیں حق سننے کی سعادت حاصل ہوتی اور اگر اللہ تعالیٰ زبردستی انہیں حق سنا دیتا، تو بھی وہ منہ پھیر لیتے اور اسے قبول نہ کرتے۔

آیت نمبر 24-25-26-27: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۔ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۔

ترجمہ:اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم مانو، جس وقت تمہیں اس کام کی طرف بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور بے شک سب اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ اور تم اس فتنہ سے بچتے رہو جو تم میں سے خاص ظالموں پر ہی نہ پڑے گا، اور جان لو کہ بے شک اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے، ملک میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں، پھر اس نے تمہیں ٹھکانا دیا اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم شکر کرو۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔

تشریح:ان آیات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت اور حرام چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے: ارشاد ہے، اے ایمان والو! جب اللہ اور اس کے رسول تمہیں زندگی بخشنے والی چیزیں یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے بلائیں، تو ان کا کہاں مانو اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے لیے اس کی روح اور دل سے بھی زیادہ قریب ہے، ہر ایک کو اس کے سامنے حاضر ہونا ہے، اگر تم نے حضور ﷺ کی اطاعت نہیں کی اور جہاد کے لیے نہیں نکلے، تو اس فتنے سے ڈرو جو تم میں سے صرف ظالموں کو نہیں پہنچے گا، بلکہ اس کا انجام سب کو بھگتنا پڑے گا، یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے، لہٰذا معاشرے کے امن و امان اور بہتری کے لیے جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہو۔

تمہیں جہاد کے ذریعے امن و امان اور عزت ملی ہے، ورنہ اس وقت کو یاد کرو جب تم مکہ میں کمزور تھے اور تمہاری تعداد بہت کم تھی، ہمیشہ لوگوں کے ظلم و ستم سے ڈرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر مہربانی فرمائی اور آپ کو مدینہ منورہ میں جگہ دی، آپ کو اپنی مدد سے مضبوط بنایا اور پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا، تاکہ تم اس کے شکر گزار بندے بن جاؤ، اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی اور نافرمانی کر کے ان سے خیانت نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کی امانت میں خیانت کرو، جب تک کہ تم اس کام کے نتائج سے واقف ہو، تو کبھی بھی ایسی حرکت نہ کرو۔

آیت نمبر 28: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ

ترجمہ: اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد، ایک امتحان کی چیز ہے، اور بے شک اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

تشریح:اس آیت میں فرمایا گیا ہے: کہ مال اور اولاد انسان کے لیے فتنہ ہے، یہ بات ذہن میں رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بھی تمہارے لیے آزمائش ہے، لہٰذا یہ دونوں چیزیں جہاد میں شامل ہونے میں رکاوٹ ہیں، جو لوگ ان آزمائشوں سے بچ کر خالص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بڑا اجر اور ثواب تیار کر رکھا۔

آیت نمبر 29: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے، تو اللہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تشریح:اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تقویٰ کی برکات کے بارے میں بتا رہا ہے، کہ اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف اختیار کرو گے، تو وہ تمہیں حق اور باطل میں فرق کرنے کی توفیق و صلاحیت عطا فرمائے گا، تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہیں معاف کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل کرنے والا مہربان ہے۔

آیت نمبر 15-16: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ۔ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ ۚ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں لڑو، تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو۔ اور جو کوئی اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا، مگر یہ کہ لڑنے کی کوئی چال ہو یا فوج میں جا ملنا ہو، سو وہ اللہ کا غضب لے کر پھرا، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

تشریح:اس آیت میں جنگ کے کچھ اصول بیان کیے گئے ہیں: اے ایمان والو! جنگ کے دوران جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی کبھی کوشش نہ کرنا، جو شخص اس دن پیٹھ پھیرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہو گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا۔ البتہ اگر پیچھے ہٹنے کا مقصد فرار ہونا نہیں، بلکہ جنگی چال چلنا ہے، دشمن کو دھوکہ دینا یا اپنے دوستوں سے ملنا ہے تو یہ الگ بات ہے اس میں کوئی گناہ والی بات نہیں ہے۔

آیت نمبر 17-18: فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ

ترجمہ: سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا، اور آپ نے مٹی نہیں پھینکی، جب پھینکی تھی، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی، تاکہ ایمان والوں کو اپنے احسان سے اچھی طرح آزمالے، بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ تو ہو چکا اور بے شک اللہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

تشریح:ان آیات میں مسلمانوں کو یہ بات بتائی گئی ہے کہ کامیابی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے، مومن کا عقیدہ ہے کہ ظاہری اسباب کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی قدرت کار فرما ہے، اس تصور کو ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کو یاد دلایا، کہ کافر مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے، ان کو تم نے نہیں مارا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کروایا۔ اے پیغمبر جنگ کے شروع میں جو مٹی آپ نے پھینکی تھی جس سے وہ اپنی آنکھیں ملتے رہے وہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں تک پہنچائی تھی، کیونکہ اس کے حکم کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں، اس جنگ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو آزمایا جائے، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے، کافروں کی چالوں کو بھی وہی کمزور بنانے والا ہے اور وہی ہر چیز پر غالب ہے۔

آیت نمبر 19: إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ ۖ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۔

ترجمہ: اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارا فیصلہ آچکا، اور اگر تم (اپنے افعال سے) باز آجاؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے، اور اگر پھر یہی (نافرمانی) کرو گے تو ہم بھی پھر یہی (عذاب) دیں گے، اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، ذرا بھی کام نہیں آئے گی، اور بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

تشریح:ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو خطاب اور تنبیہ کی گئی ہے کہ مسلمانوں سے جنگ کے لیے نکلنے کے دوران ابوجہل نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر حق کی فتح اور کامیابی کی دعا مانگی، جو مسلمانوں کے حق میں قبول ہوئی، کیونکہ وہ حق پر تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے کفار سے فرمایا کہ تم جو فتح کی دعا مانگ رہے تھے وہ فتح آچکی ہے، اب تم اپنی حرکتوں اور اسلام کی مخالفت سے باز آجاؤ، اگر تم باز رہو گے تو تمہارے لیے بہتر ہے، اور اگر تم نے دوبارہ مسلمانوں کی مخالفت اختیار کی، تو یقین جانو کہ کثرت کے باوجود تمہارا گروہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مدد مومنوں کے ساتھ ہے۔

آیت نمبر 20: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے منہ مت موڑو۔

تشریح:اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو، اور ان کے حکم سے کبھی روگردانی نہ کرو، ان کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرتے رہو، پیغمبر ﷺ کی بابرکت مجلس میں تم یک اور نصیحت آمیز باتیں سنتے رہتے ہو۔

آیت نمبر 21-22-23: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۔ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۔ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو، جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔ بے شک سب جانوروں میں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا، اور اگر انہیں اب سنا دے تو منہ پھیر کر بھاگیں۔

آیت نمبر36-37 : اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۔ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعًا فَیَجْعَلَہٗ فِیْ جَھَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

ترجمہ: بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں، سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے، مگر آخر وہ خرچ کرنا ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگا، پھر مغلوب ہو جائیں گے، اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کردے اور ایک ناپاک کو دوسرے پر رکھ کر ڈھیر بنائے، پھر اسے دوزخ میں ڈال دے، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تشریح: جنگ بدر میں شکست کے بعد بعض کافروں نے مال جمع کرنا شروع کردیا، تاکہ مسلمانوں سے بدلہ لیں اور اپنے لشکر کے کھانے پینے پر جو انہوں نے خرچ کیا اس کی وضاحت کی گئی ہے، جو کافر لوگ اپنا مال اسی لیے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے دین سے روکیں، وہ مال خرچ کریں گے لیکن یہ ان کے لیے افسوس کا باعث بنے گا ،اور کہیں گے کہ ہم نے فضول خرچ کیا اپنا مال خرچ کرنے کے باوجود وہ لوگ ناکام ہوں گے، جو لوگ اللہ تعالی کے دین کا انکار کرتے ہیں، انہیں جہنم میں جمع کیا جائے گا ،تاکہ اللہ تعالی نیکوں کو بدکاروں سے الگ کردے اور بدکاروں کو ایک دوسرے پر ڈھیر کردے، پھر ایک ساتھ سب کی تہہ بنا کر جہنم میں ڈال دے اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

آیت نمبر38: قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ

ترجمہ: کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ افعال سے باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا، اور اگر وہ پھر سے اپنی حکمرتوں کی طرف لوٹیں گے تو پہلے کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے (وہی برتاؤ ان سے کیا جائے گا۔

تشریح: اس آیت میں کافروں کی ناسمجھ تنبیہ ہے کہ پیغمبر آپ کافروں سے فرمادیں: کہ اگر وہ اپنی برائیاں چھوڑ کر آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرلیں، تو ان کی گزشتہ نافرمانیاں معاف کردی جائیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک اسلام قبول کرنے سے پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں ،اسلام قبول کرنے والوں کے لیے خوشخبری دی گئی ہے۔ اگر وہ اپنی اس بداعمالی اور اسلام دشمنی کی طرف واپس لوٹیں، تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ گزشتہ نافرمان قوموں کے ساتھ کیا ہوا، بدر میں خود ان کے ساتھ کیا ہوا، ان کے ساتھ اب بھی وہی عذاب والا معاملہ اختیار کیا جائے گا، اگر یہ لوگ راہ ہدایت پر نہیں آتے۔

آیت نمبر39: وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

ترجمہ: اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ شرک کا غلبہ نہ رہنے پائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے، پھر اگر یہ باز آجائیں، تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح: اس آیت میں جہاد کا مقصد کفر کے فتنے کو ختم کرنا بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے اے مسلمانو! ان کافروں اور اسلام کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑتے رہو، جب تک کہ کفر و شرک کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکیں اور دین اسلام ہر طرح سے غالب نہ آجائے، اور اللہ تعالی کا حکم نافذ ہو جائے، پھر دیکھو اگر وہ اپنی مخالفت سے باز آجائیں، تو بہتر ہے، ورنہ اللہ تعالی ان کے کردار پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

آیت نمبر40 : وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰکُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

ترجمہ: اور اگر وہ (نصیحت سے) پھر جائیں (اور روگردانی کریں) تو جان لو کہ اللہ تمہارا دوست ہے، بہت اچھا دوست اور بہت اچھا مددگار ہے۔

تشریح: آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے، کہ مسلمانوں کو اللہ تعالی پر بھروسہ کرکے جہاد کرنا چاہیے، اگر کوئی کافر پیٹھ پھیر لیں اور نصیحت قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو، تو یقین رکھو کہ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ تعالی آپ کا محافظ ہے اور وہی بہترین سرپرست اور مدد کرنے والا ہے۔

آیت نمبر41 : وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت ملے خواہ کوئی چیز ہو، اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تمہیں اللہ پر یقین ہے اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن اتاری ، جس دن دونوں جماعتیں ملیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت نمبر36-37 : اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۔ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعًا فَیَجْعَلَہٗ فِیْ جَھَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ

ترجمہ: بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں، سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے، مگر آخر وہ خرچ کرنا ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگا، پھر مغلوب ہو جائیں گے، اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کردے اور ایک ناپاک کو دوسرے پر رکھ کر ڈھیر بنائے، پھر اسے دوزخ میں ڈال دے، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تشریح: جنگ بدر میں شکست کے بعد بعض کافروں نے مال جمع کرنا شروع کردیا، تاکہ مسلمانوں سے بدلہ لیں اور اپنے لشکر کے کھانے پینے پر جو انہوں نے خرچ کیا اس کی وضاحت کی گئی ہے، جو کافر لوگ اپنا مال اسی لیے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے دین سے روکیں، وہ مال خرچ کریں گے لیکن یہ ان کے لیے افسوس کا باعث بنے گا ،اور کہیں گے کہ ہم نے فضول خرچ کیا اپنا مال خرچ کرنے کے باوجود وہ لوگ ناکام ہوں گے، جو لوگ اللہ تعالی کے دین کا انکار کرتے ہیں، انہیں جہنم میں جمع کیا جائے گا ،تاکہ اللہ تعالی نیکوں کو بدکاروں سے الگ کردے اور بدکاروں کو ایک دوسرے پر ڈھیر کردے، پھر ایک ساتھ سب کی تہہ بنا کر جہنم میں ڈال دے اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

آیت نمبر38: قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ

ترجمہ: کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ افعال سے باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا، اور اگر وہ پھر سے اپنی حکمرتوں کی طرف لوٹیں گے تو پہلے کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے (وہی برتاؤ ان سے کیا جائے گا۔

تشریح: اس آیت میں کافروں کی ناسمجھ تنبیہ ہے کہ پیغمبر آپ کافروں سے فرمادیں: کہ اگر وہ اپنی برائیاں چھوڑ کر آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرلیں، تو ان کی گزشتہ نافرمانیاں معاف کردی جائیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک اسلام قبول کرنے سے پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں ،اسلام قبول کرنے والوں کے لیے خوشخبری دی گئی ہے۔ اگر وہ اپنی اس بداعمالی اور اسلام دشمنی کی طرف واپس لوٹیں، تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ گزشتہ نافرمان قوموں کے ساتھ کیا ہوا، بدر میں خود ان کے ساتھ کیا ہوا، ان کے ساتھ اب بھی وہی عذاب والا معاملہ اختیار کیا جائے گا، اگر یہ لوگ راہ ہدایت پر نہیں آتے۔

آیت نمبر39: وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

ترجمہ: اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ شرک کا غلبہ نہ رہنے پائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے، پھر اگر یہ باز آجائیں، تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح: اس آیت میں جہاد کا مقصد کفر کے فتنے کو ختم کرنا بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے اے مسلمانو! ان کافروں اور اسلام کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑتے رہو، جب تک کہ کفر و شرک کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکیں اور دین اسلام ہر طرح سے غالب نہ آجائے، اور اللہ تعالی کا حکم نافذ ہو جائے، پھر دیکھو اگر وہ اپنی مخالفت سے باز آجائیں، تو بہتر ہے، ورنہ اللہ تعالی ان کے کردار پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

آیت نمبر40 : وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰکُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

ترجمہ: اور اگر وہ (نصیحت سے) پھر جائیں (اور روگردانی کریں) تو جان لو کہ اللہ تمہارا دوست ہے، بہت اچھا دوست اور بہت اچھا مددگار ہے۔

تشریح: آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے، کہ مسلمانوں کو اللہ تعالی پر بھروسہ کرکے جہاد کرنا چاہیے، اگر کوئی کافر پیٹھ پھیر لیں اور نصیحت قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو، تو یقین رکھو کہ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ تعالی آپ کا محافظ ہے اور وہی بہترین سرپرست اور مدد کرنے والا ہے۔

آیت نمبر41 : وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت ملے خواہ کوئی چیز ہو، اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تمہیں اللہ پر یقین ہے اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن اتاری ، جس دن دونوں جماعتیں ملیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت نمبر37-38: وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ

ترجمہ: اور جب کافر آپ کے خلاف چالیں چل رہے تھے کہ آپ قید کردیں یا قتل کردیں یا ملک بدر کردیں، وہ اپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کررہا تھا، بے شک اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں مشرکین کی شرارتوں، ان کے اعتراضات اور بدکرداری پر ان کو خبردار کیا گیا ہے، جس کا آغاز اس واقعے سے ہوتا ہے، جب قریش مکہ نے حضور ﷺ کو نقصان پہنچانے کا منصوبہ بنایا اور اخیر میں آپ ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنا کر آپ کے گھر کا گھیراؤ کیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ اے پیغمبر! اس واقعے کو یاد کرو جب کفار مکہ آپ ﷺ کے بارے میں منصوبہ بندی کررہے تھے، آپ کو قید کرنے یا جانی نقصان پہنچانے جلاوطن کرکے ملک سے باہر نکالنے کی سازشیں کررہے تھے، لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ اس وقت اللہ تعالی بھی ان کے لیے منصوبہ بندی کررہے تھے، اللہ تعالی کا منصوبہ سب سے بہتر ہے، وہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور کافر اپنی چالوں کے ساتھ رسوا اور ذلیل ہوں گے۔

آیت نمبر31-32:وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَاۤ ۙ اِنْ ھٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۔وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں، کہ ہم نے سن لیا اور اگر ہم چاہیں تو اس طرح کا کلام ہم بھی کہہ دیں، کہ اس میں صرف پہلوں کے قصے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ دین تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے، یا ہم پر دردناک عذاب لا۔

تشریح: ان آیات میں مشرکین کی دشمنی جہالت اور سخت گیری کو بیان کیا گیا ہے، کہ جب ان مشرکوں کو کلام پاک سنایا جاتا ہے، تو وہ مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کی نصیحت اور قرآن کو سن لیا ہے، اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام بنا کر لاسکتے ہیں، اس میں پچھلی قوموں کی کہانیاں کے علاوہ اور کیا ہے، جب قرآن نے انہیں چیلنج کیا کہ تم اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی بنا لاؤ، وہ اس کا جواب نہ دے سکے، جبکہ ان میں بڑے بڑے عربی دان اور بڑے بڑے نامور شعراء موجود تھے۔

قران کریم کے بارے میں ان کے یہ الفاظ "یہ تو پرانے لوگوں کے قصے ہیں" نظر بن حارث نامی مشرک نے کہے تھے، جب لوگوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اب تم اس جیسا کوئی کلام بنا کر دکھاؤ، تو اس نے اپنے آپ کو سچا دکھانے کے لیے کعبۃ اللہ کے پاس دعا مانگی جس کا اس آیت میں ذکر ہے "اور جب مشرکوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! اگر یہ دین اسلام سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب دے، کیونکہ ہم اسے سچ نہیں مانتے اور اس پر یقین نہیں رکھتے۔

آیت نمبر33-34: وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ وَمَا لَھُمْ اَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللّٰہُ وَھُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا کَانُوْۤا اَوْلِیَآءَہٗ ؕ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں آپ کے ہوتے ہوئے عذاب دے، اور اللہ عذاب کرنے والا نہیں ،حالانکہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔ اور اللہ انہیں عذاب کیوں نہ دے ،حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہیں، اس کے اہل تو پرہیزگار ہی ہیں ، لیکن ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔

تشریح: اس آیت میں حضور ﷺ کے وجود مبارک کے رحمت اور بابرکت ہونے کا تذکرہ ہے، کافر غلط ہونے کے باوجود عذاب کی دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالی کی طرف سے ان پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ مشرکوں پر عذاب نا آنے کی پہلی وجہ کہ پیغمبر ﷺ کا ان میں موجود ہونا ہے۔ دوسری وجہ اس لیے اللہ تعالی ان پر عذاب نازل نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگ استغفار بھی کرتے ہیں۔

بعض کافر بھی طواف کرتے وقت "غفرانک" کہا کرتے تھے انہی باتوں کی وجہ سے انہیں مہلت دی گئی ،ورنہ اللہ تعالی ان کو عذاب ضرور دیتا، کیونکہ وہ مسلمانوں کو مسجد الحرام میں آنے اور عبادت کرنے سے روکتے ہیں، جب کہ وہ اس کے متولی اور محافظ بھی نہیں ہیں، مساجد کی اصل متولی اور محافظ تو پرہیزگار مومن ہیں ، لیکن بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے اور نا ہی سمجھتے ہیں۔

آیت نمبر35: وَمَا کَانَ صَلَاتُھُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً وَّتَصْدِیَۃً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ

ترجمہ: اور کعبہ کے پاس ان کی نماز سوائے سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے اور کچھ نہیں تھی، سو جو تم کفر کرتے ہو اس کا عذاب چکھو ۔

تشریح: اس آیت میں مشرکوں کی سن گھڑت عبادت بیان کی گئی ہے، یہ مشرک مسلمانوں کو مسجد الحرم میں داخل ہونے سے روکتے تھے، جبکہ وہ وہاں طواف اور عبادت کرتے ہوئے مسلمانوں کو سیٹیاں بجاکر اور تالیاں بجاکر پریشان کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے تھے، ان کافروں سے کہا جارہا اب اپنے کفر یا اعمال کا مزہ چکھو۔

تشریح: اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری طاقت ختم ہو جائے گی، اس لیے مقابلے پر ڈٹے رہو اور ثابت قدم رہو، کیونکہ اللہ تعالی ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

آیت نمبر47-48: وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۔ وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔

ترجمہ: اور ان لوگوں جیسا نہ بنو، جو اتراتے ہوئے (یعنی حق کا مقابلہ کرنے) اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے، اور جو اعمال یہ لوگ کرتے ہیں، اللہ اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اور جس وقت شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوشنما کردیا اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارے ساتھ ہوں، پھر جب دونوں فوجیں سامنے ہوئیں، تو وہ اپنی ایڑیوں پر الٹا پھر ا، اور کہا میں تم سے بیزار ہوں، میں ایسی چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

تشریح: ان آیات میں کفار کے طرز عمل اور ان سے دور رہنے کا حکم بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ تم ان مشرکوں کی طرح مت بنو، جو متکبرانہ انداز سے لوگوں کو دکھانے اور دین سے روکنے کے لیے مکہ سے نکلے، اللہ تعالی ان کے تمام کاموں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، وہ اللہ سے بچ نہیں نکل سکتے۔ اس وقت کو یاد کریں جب شیطان مشرکوں کی ہمت باندھتے ہوئے جنگی تیاری کروا رہا تھا اور ان کو حوصلہ دے رہا تھا کہ آج تمہاری اس عظیم فوج سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کی فوجیں آنے لگیں، تو شیطان اپنی ایڑیوں کے بل پھر کر بھاگتے ہوئے مشرکوں سے کہنے لگا: میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں، میں فرشتوں کے ایسے لشکر کو دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں اللہ سے ڈرتا ہوں، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، تم بھی بھاگ کر اپنی جان بچالو، کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

آیت نمبر49 : اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ غَرَّ ھٰٓؤُلَآءِ دِیْنُھُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ

ترجمہ: اس وقت منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ انہیں ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جنگ بدر میں جب مسلمانوں نے طاقتور لشکر کے خلاف جنگی تیاری کی اور اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا، تو منافقین اور کفار نے طنزیہ انداز میں ان پر اعتراض کیا کہ مسلمان کتنے ناتجربہ کار اور سادہ ہیں کہ اتنے بڑے لشکر کا سامنا کرنے کے لیے بغیر کسی جنگی تیاری کے لڑنے چلے، انہیں ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے، لیکن کافروں کو کیا معلوم کے یہ دھوکہ نہیں، اللہ تعالی کی مدد پر بھروسہ ہے اور جو اس کی مدد پر اعتماد کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے وہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

آیت نمبر50-51: وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۔ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ

ترجمہ: اور اگر آپ دیکھیں جس وقت فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہیں، ان کے موتھوں اور جنبھوں پر مارتے ہیں، اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اسی کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بے شک اللہ بندوں پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔

تشریح: ان آیات میں موت کے وقت کافروں کی حالت اور آخرت میں عذاب کو بیان کیا گیا ہے، اگر آپ ﷺ یہ منظر دیکھتے، تو آپ کو حیرت ہوتی، جب فرشتے کافروں کے چہروں اور پیٹھوں پر لوہے کے ہتھوڑے مارتے ہوئے سانس نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اپنے برے عمل کے بدلے میں جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھو، اللہ تعالی ان سے فرماتا ہے کہ تم خود اپنی سزا کا سبب بنے ہو، ورنہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔

آیت نمبر52-53-54 : کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ فَاَھْلَکْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَکُلٌّ کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ

ترجمہ: جیسا فرعونیوں کا اور ان سے پہلے لوگوں کا حال ہوا تھا، انہوں نے اللہ کی آیتوں سے انکار کیا، تو اللہ نے ان کے گناہوں کی سزا میں انہیں پکڑ لیا، بے شک اللہ زبردست اور سخت عذاب کرنے والا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ہر گز اس نعمت کو نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو دی تھی جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ

تشریح: اس آیت میں مال غنیمت خرچ کرنے کی جگہیں بیان کی گئی ہیں، سورہ انفال کے شروع میں غنیمت کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ مال غنیمت اللہ کا اور اس کے رسول کا حق ہے، جیسے چاہیں تقسیم کردیں اس کی وضاحت یہاں کی گئی ہے، اے مسلمانو! جان لو کہ مال غنیمت میں سے جو کچھ ملے گا وہ پانچ حصوں میں تقسیم ہو گا، چار حصے مجاہدین کے ہوں گے اور پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہو گا۔

پانچ حصوں کی تقسیم اس طرح کی جائے گی ایک حصہ حضور ﷺ کے لیے۔ دوسرا آپ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کے لیے۔ تیسرا حصہ ان یتیموں کے لیے جن کے والدین بچپن میں فوت ہو گئے ہیں۔ چوتھا حصہ ضرورت مندوں کے لیے جو غریب اور نادار ہیں۔ پانچواں حصہ مسافروں کے لیے جن کے سفر کے دوران اخراجات ختم ہو گئے ہوں۔ اگر تم لوگ اللہ اور اس کی آیات پر یقین رکھتے ہو، تو ان احکامات پر عمل کرو۔

وہ آیت جو ہم نے اپنے بندے رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہیں۔ دونوں لشکروں کے مقابلے یعنی جنگ بدر والے دن اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت نمبر42-43-44 : اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَۃِ الْقُصْوٰی وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰکِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّیَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْۢ بَیِّنَۃٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَۃٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ اِذْ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىکَھُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ ؕ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ وَاِذْ ی

تشریح:اس آیت میں جہاد کی تیاری کے لیے مستقل طور پر ساز و سامان تیار رکھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ مومنوں کو چاہیے کہ اپنی جنگی صلاحیتوں کو بہتر اور مضبوط کرنے کی پوری کوشش کریں، چاہے وہ اسلحہ اور جنگی ہتھیار ہوں یا گھوڑے یا موجودہ دور کے جدید جنگی آلات ہی کیوں نہ ہوں، ایسا کرنے سے آپ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں یعنی کفار پر رعب اور اپنی ہیبت بٹھا سکیں گے اور ان کے علاوہ ان دشمنوں پر بھی دہشت طاری ہو گی، جن کو اس وقت تم نہیں پہچانتے یعنی منافق اور یہودی ، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے، آپ دین کے لیے جانی و مالی کوشش کرتے رہیں اور اپنی طرف سے جان مال اور طاقت میں سے جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔

آیت نمبر61:وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

ترجمہ:اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کر لیں، اور اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

تشریح:اس آیت میں کافروں سے صلح کی اجازت بیان کی گئی ہے اگر کوئی کافر یا یہودی جنگ بندی کر کے صلح کرنا چاہے تو آپ صلح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اور ان سے معاہدے کر لیں، بے شک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

آیت نمبر62:وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ:اور اگر وہ چاہیں کہ تمہیں دھوکہ دیں تو آپ کے لئے اللہ کافی ہے، جس نے آپ کو اور مسلمانوں کو اپنی مدد سے قوت بخشی۔

تشریح:اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو تسلی دینے اور ان کی مدد کرنے کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ اگر وہ معاہدے کی آڑ میں آپ ﷺ سے دھوکہ اور خیانت کرنا چاہتے ہیں، تو اے پیغمبر! آپ فکر نہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور مسلمانوں کی اپنی قدرت سے بھرپور مدد فرمائی۔

آیت نمبر63۔64:وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ:اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی ، اگر آپ دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے ، لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اے نبی! اللہ کافی ہے آپ کے لئے اور ان مسلمانوں کے لئے جو آپکے تابعدار ہیں۔

تشریح:ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے خاص احسان یعنی اتحاد و اتفاق اور الفت و دل جوئی کو بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں محبت ڈال دی ، ورنہ ان کی پرانی دشمنی اور اختلافات کی وجہ سے اگر آپ زمین کے سارے خزانے خرچ بھی کر دیتے، تو بھی ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا نہ کر پاتے ، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ان کے درمیان قربت اور محبت بڑھا دی ، بے شک وہ بڑا حکمت والا ہے، اے پیغمبر! فکر تو کیا اگر ساری دنیا کے لوگ بھی آپ کی مخالف ہو جائیں، تو وہ بھی کچھ نہیں کر سکیں گے، کیونکہ آپ اور آپ کی اطاعت کرنے والے مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، اس کے سوا کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔

آیت نمبر65:يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ

ترجمہ:اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ سو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم میں سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے، اس لیے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔

تشریح:اس آیت میں مومنوں کو جہاد کی ترغیب اور کافروں کے دس گنا تعداد پر فتح کو بیان کیا گیا ہے، اے پیغمبر! مومنوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کریں اور انہیں بتائیں کہ اگر تم میں سے بیس ثابت قدم مجاہدین دشمن سے لڑیں گے ، تو وہ دو سو میں پر غالب ہوں گے ، اور اگر تم میں سے ایک سو لڑیں گے تو وہ ایک ہزار پر غالب ہوں گے ، اس لیے تمہارے اوپر لازم ہے کہ اگر کفار مسلمانوں سے دس گناہ بھی ہوں ، تو تم ان کا مقابلہ کرو اور جنگ کرو، کیونکہ یہ وہ قوم ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے بھروسے اعتماد سے ناواقف ہیں۔

آیت نمبر66:اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

ترجمہ:اب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ تم میں کس قدر کمزوری ہے، پس اگر تم سو ثابت قدم رہنے والے ہو گے ، تو وہ سو پر غالب آ ئو گے ، اور اگر ہزار ہو گے ، تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آ ئو گے ، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

بدلیں، اور اس لیے کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جیسے فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا حال ہوا تھا، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا، تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا، اور سب ظالم تھے۔

تشریح:ان آیات میں فرعون، آل فرعون اور ان جیسے دشمنان اسلام کی تباہی و بربادی کے اسباب بیان کیے گئے ہیں، مکہ والوں کا حال بھی فرعونیوں اور اس سے پہلے والے نافرمان لوگوں جیسا ہے، انہوں نے بھی غرور و تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جھٹلایا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا، اللہ تعالیٰ زبردست طاقت والا اور سخت انتقام لینے والا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ جب وہ کسی قوم کو کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اس کو ختم نہیں کرتا، جب تک کہ وہ لوگ اس کو خود نہ بدلیں، اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے، بس ان کی صورتحال بھی فرعون اور اس سے پہلے والوں جیسی ہے، جنہوں نے اپنے رب کی طرف سے آنے والے پیغام کو جھوٹا سمجھا اور اس پر ایمان نہ لائے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سمندر میں غرق کر دیا اور وہ سب کے سب ظالم تھے، یہ اہل مکہ بھی ان کے طرز عمل پر چلے، تو بدر میں ہلاک کیے گئے، اللہ تعالیٰ کے دین کو جھٹلانے والے ہر سب ظالم تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کیا۔

آیت نمبر55۔56۔57۔58: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِىْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۔ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۔ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ۔

ترجمہ:اور اللہ کے ہاں سب جانداروں میں سے بدتر وہ ہیں، جنہوں نے کفر کیا پھر وہ ایمان نہیں لاتے۔ جن لوگوں سے آپ نے عہد لیا، پھر وہ ہر دفعہ اپنے عہد کو توڑتے ہیں اور وہ (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے۔ سو اگر کبھی آپ انہیں لڑائی میں پائیں، تو انہیں ایسی سزا دے کہ ان کے بعد آنے والے دیکھ کر بھاگ جائیں اور انہیں عبرت حاصل ہو۔ اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت (معاہدہ توڑنے) کا ڈر ہو، تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو (معاہدہ توڑ دو) اس طرح کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ، بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح:ان آیات میں کفار کو "شر دواب" کہنے اور کافروں کی وعدہ خلاف اور خیانت کرنے والوں کے بارے میں ہدایت بیان کی گئی ہے، یہ آیات مدینہ کے یہودیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، جن کے ساتھ حضور ﷺ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپس میں جنگ نہیں کریں گے، لیکن انہوں نے اس معاہدے کو توڑ کر مشرکین کی مدد کی اور مسلمانوں سے کئے گئے معاہدے کو توڑ دیا۔

اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والے تمام مخلوقات میں بدترین لوگ یہ کافر ہیں، اس لیے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ وہی ہیں جن کے ساتھ تم نے صلح کا معاہدہ کیا، پھر انہوں نے ہر بار معاہدے کو توڑا، اور انہیں معاہدہ توڑنے پر کوئی ڈر و خوف نہیں ہوا۔ لہذا اگر وہ آپ کو جنگ میں مل جائیں، تو انہیں بعد میں آنے والوں کے لیے نشان عبرت بنا ڈالیں، تاکہ دوسروں کو ان سے نصیحت ملے۔ اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے معاہدہ توڑنے اور خیانت کرنے کا اندیشہ ہو، تو ان کو صاف پیغام بھیج دو کہ آج کے بعد ہمارا تم سے کوئی معاہدہ نہیں ہے، کیونکہ انہیں معاہدہ توڑنے کی اطلاع دیے بغیر ان سے لڑائی کرنا خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو خیانت کرتے ہیں۔

آیت نمبر59: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ

ترجمہ:اور کافر یہ نہ خیال کریں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں، بے شک وہ ہمیں ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے۔

تشریح:اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کافر اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے، کافروں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ عہد شکنی اور دیگر برے کاموں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طاقت سے باہر ہو جائیں گے، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کتنے ہی سرکش اور نافرمان ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے، وہ ان کے تمام اعمال سے واقف ہے اور انہیں ان کے برے کاموں کی سزا ضرور دے گا۔

آیت نمبر60 : وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔

ترجمہ:اور جہاں تک ہو سکے فوج کی جمعیت کے ذریعے گھوڑے جمع کر دان سے مقابلے کے لئے تیار رہو، کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر رعب پڑے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے، اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے تمہیں (اس کا ثواب) پورا ملے گا اور تم سے ناانصافی نہیں ہو گی۔

تشریح:اس آیت میں مسلمانوں کی ہجرت نصرت اور دارالحرب کے حالات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور مسلمان ہوئے، پھر مدینے کی طرف ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا، یعنی مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جنہوں نے ان کو اپنے گھروں میں پناہ دی یعنی انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، وہ دونوں ایک دوسرے کے دوست اور وارث ہیں، اس حکم کے نتیجے میں مہاجر اپنے انصاری بھائی کے وارث ہوئے اور جو لوگ ایمان لائے ، لیکن ابھی تک ہجرت نہیں کی ،تو وہ تم مسلمانوں کے وارث نہیں ہو سکتے ، جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں ، اور نہ تم ان کے وارث ہو سکتے ہو ، لیکن اگر وہ تم سے دین کے معاملے میں مدد طلب کریں، تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے، ہاں جن قوموں سے تم نے معاہدہ کیا ہے، تو تم ان کی مخالفت میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد نہیں کرو گے ، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔

آیت نمبر73: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ

ترجمہ:اور جو لوگ کافر ہیں، وہ ایک دوسرے کے دوست (مددگار) ہیں، اگر تم یہ کام نہ کرو گے ، تو ملک میں فتنہ پھیلے گا اور بڑا فساد ہو گا۔

تشریح:اس آیت میں کفار کی باہمی دوستی اور ان سے جنگ کا ذکر ہے، جو لوگ کافر ہیں ان کا آپ سے تعلق ختم ہو گیا، اب وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں ، لیکن ان کا تم نصرت کا کوئی تعلق نہیں ، یعنی اگر یہ ان کی کوئی مدد نہیں کریں گے ، اے مسلمانو! اگر تم نے ان کے ساتھ تعلق نہیں توڑا، اور مومنوں کے ساتھ دوستی کے اصولوں پر عمل نہیں کیا، تو ملک میں فتنہ اور فساد برپا ہو جائے گا۔

آیت نمبر74۔75: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

ترجمہ:اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے ، اور اللہ کی راہ میں لڑے ، اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی ، اور ان کی مدد کی، وہی سچے مسلمان ہیں، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑے ، سو وہ لوگ بھی تمہیں میں سے ہیں، اور رشتہ دار آپس میں اللہ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، بے شک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے۔

تشریح:ان آیات میں ہجرت ، جہاد، فتح، بشارت، مہاجرین و انصار کے فضائل بیان ہوئے ہیں، وہ مسلمان جنہوں نے ایمان کے ساتھ ہجرت کی، اور جانی و مالی جہاد کیا، اور وہ انصار جنہوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی ہر طرح سے مدد کی، یہ دونوں حقیقی سچے اور حقیقی مسلمان ہیں، ان کے لیے بخشش اور بہترین رزق تیار کیا گیا ہے، ان پہلے ایمان لانے والوں کے بعد جو لوگ ایمان لائے ، ہجرت کی اور آپ کے ساتھ جہاد میں شامل ہوئے ، وہ بھی آپ کے بھائی ہیں اور تمام مومن مسلمان جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ رکھتے ہیں، وہ اللہ کے نزدیک نیک اور بہترین لوگ ہیں، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

باب اول قرآن مجید کا تعارف

تفصیلی جوابات کے سوالات

سوال: قرآن مجید کی تعلیمات اور ان کے اثرات تحریر کیجیے؟

جواب: لفظ قرآن کے معنی ہیں "پڑھی ہوئی کتاب" ایک اور معنی ہے، بار بار پڑھی جانے والی کتاب۔

قرآن مجید کا ذاتی نام "الفرقان" ہے، اس کے علاوہ چونتیس مشہور ہیں وہ صفاتی نام ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیمات: قرآن مجید کی تعلیمات کو درج ذیل پانچ عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے:

تشریح:اس آیت میں جنگ بدر میں دس گنا تعداد میں کمی کر کے صرف دو گنا پر فتح کا وعدہ بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے، اے ایمان والو! یہ حکم آپ کی طاقت اور صبر کے لحاظ سے کچھ مشکل ہے اور آپ میں کمزوری آئی ہے، لہذا جنگ کا جو اصول تھوڑی سی تخفیف سے طے کیے جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدمی سے لڑیں گے، تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب ہوں گے ، اور اگر تم میں سے ایک ہزار لڑنے والے مجاہدین ہوں گے ، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار دشمنوں پر فاتح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

آیت نمبر67۔68: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ترجمہ:نبی کے شایان شان نہیں کہ اپنے ہاں قیدیوں کو رکھے ، جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں خون نہ بہا دیں ، تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو، اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا حکم پہلے سے ہو چکا ہوتا تو جو تم نے لیا اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔

تشریح:ان آیات میں جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حکم بیان کیا گیا ہے، جنگ بدر کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ قریش کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قیدی بن کر مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے ، جب ان کو حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا، تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے ، بعض صحابہ کرام کے مشورے کے مطابق آپ ﷺ نے ان کو فدیہ لے کر رہا کر دیا، جس پر اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، قرآن مجید میں ہے، کہ کسی پیغمبر کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ جب اس کو جنگی قیدی ملیں ، تو انہیں خون بہائے بغیر چھوڑ دے ، تم مومن پیسے اور دنیا کے ساز و سامان کی طلب رکھتے ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آخرت کے سنوارنے کا ارادہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

آیت نمبر69: فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۚ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ:پس جو مال تمہیں غنیمت میں حلال اور پاک ملا ہے اسے کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:اس آیت میں مال غنیمت کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے، اے ایمان والو! جو ہوا، سو ہوا، اب تمہیں جو کچھ بھی مال غنیمت میں ملا، اسے حلال اور پاکیزہ سمجھ کر استعمال کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو، کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت نمبر70۔71: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِىْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

ترجمہ:اے نبی! جو قیدی آپ کے ہاتھ میں ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا ، تو تمہیں اس سے بہتر دے گا، جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہیں بخش دے گا، یعنی تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر یہ لوگ تم خیانت کرنا چاہیں، سو یہ تو پہلے ہی اللہ سے خیانت کر چکے ہیں، پھر اللہ نے انہیں گرفتار کروا دیا، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تشریح:ان آیت میں اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے ذریعے قیدیوں سے خطاب اور کفار کی طرف سے خیانت کی صورت میں حکم بیان کیا گیا ہے، اے پیغمبر! جو قیدی آپ کے قبضے میں ہے ان کو تسلی دیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھی، تو تمہیں اس لئے گئے فدیے سے بہتر کوئی چیز نصیب ہو جائے گی اور تمہیں معاف کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، اور اگر اے نبی! وہ آپ سے خیانت کرنا چاہتے ہیں، تو وہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ سے خیانت کر چکے ہیں، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر غالب کر دیا اور وہ تمہیں تمہارے قابو میں آ گئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

آیت نمبر72:اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

ترجمہ:بے شک جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا، اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی ، اور مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا، تمہیں ان کی وراثت سے کوئی تعلق نہیں ، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں، اور اگر وہ دین کے معاملہ میں مدد چاہیں ، تو تمہیں ان کی مدد کرنی لازم ہے، مگر سوائے ان لوگوں کے مقابلہ میں کہ ان میں اور تم میں عہد ہو، اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔

1۔ اکدام 2۔ اسلام مخالف گروہوں (یہود و نصاری، صابی اور مشرکوں) کی طرف سے اسلامی عقائد اور احکامات کے متعلق اعتراضات اور ان کے جوابات۔ 3۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان۔ 4۔ پچھلی قوموں کے رویوں اور ان کے انجام کا بیان۔ 5۔ موت اور اس کے بعد کے حالات کا بیان۔

ان میں احکامات والا عنوان بنیادی اور اہم موضوع ہے، جو براہ راست انسانی رب سبحن سے تعلق رکھتا ہے۔ حلال حرام، جائز ناجائز، فرض اور واجب سب احکام میں شمار ہوتے ہیں جو کہ انسانوں کے اعمال، عقائد، عبادات، معاملات، رب سبحن اور اخلاقیات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات انہی موضوعات سے متعلق انسانوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کا عملی اظہار اس کے نزول کے وقت ہی ظاہر ہوا، تھوڑے ہی عرصے میں وہاں کا معاشرہ قرآنی تعلیم کی بدولت، جہالت، ظلم، بدامنی، بداعتقادی اور بے مروتی کی دلدل سے نجات پا کر، سادگی انصاف، امن و سکون، سچائی، ایمانداری اور انسانیت کی منزل تک پہنچ گیا۔

قرآن مجید کی تعلیمات کے اثرات:

قرآن مجید کے مطابق زندگی گزارنے سے معاشرے اور افراد پر درج ذیل طریقوں سے قرآنی تعلیمات اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں:

مضبوط عقیدہ رکھنا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی ہوئی عبادتوں کی پابندی سے انسان میں وقت کی اہمیت، بندگی کا شعور، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی و انکساری، ایک دوسرے سے ہمدردی اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

حلال حرام کی تمیز: لین دین میں حلال و حرام، جائز ناجائز کا دھیان رکھنے سے معاملات میں آسانی، دلی سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے اور معاشرہ ہر قسم کے فتنہ فساد سے محفوظ رہتا ہے۔

آپس کے تعلقات: قرآن کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق قائم کیے ہوئے سماجی تعلقات، مضبوط پائیدار اور بھائی چارے سے وابستہ ہوتے ہیں، والدین، رشتہ دار، پڑوسی اور دوستوں سے اچھا تعلق قائم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے زندگی پرسکون طریقے سے گزرتی ہے۔

نیکی کی ہدایت: قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق بری باتوں سے بچنا اور اچھائی کو اختیار کرنے سے انسان میں خود اعتمادی، انسانیت کا احترام، خود کو باکردار بنانے کی توفیق ملتی ہے، اچھائی کو اپنا کہنے کے ساتھ ساتھ برائی کو برا سمجھنے سے، برائیوں میں کمی واقع ہوتی ہے اور معاشرہ بہتری کی طرف گامزن ہوتا ہے۔

سوال: قرآن مجید ایک معجزہ ہے، سائنس کی روشنی میں اس کی وضاحت کیجئے۔

جواب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی معجزاتی کتاب ہے، جس کا مقابلہ دنیا میں کوئی کتاب نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لوگوں کو سمجھانے اور بصیرت حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید میں بہت سارے معجزات بیان کیے ہیں، سائنس بھی مختلف انداز میں ان کو ثابت کرتی ہے۔

قرآن مجید کے معجزے اور جدید سائنس: قرآن کی بہت سی آیات میں سائنسی حقائق نہایت جامع اور واضح انداز میں بیان ہوئے ہیں، جنہیں جدید دور کے تحقیق، تلاش اور ٹیکنالوجی کی مدد سے معلوم کیا گیا ہے۔

مرج البحرین والا معجزہ: سمندری علم اور پانی پر تحقیق کرنے والے ماہرین نے معلوم کیا ہے کہ نمکین اور میٹھے پانی کا ایک دوسرے کے ساتھ بہنے کے باوجود آپس میں ضم نہ ہونے کا سبب پانی کی سطح اور پانی کا تناؤ ہے، جس کی وجہ سے دریا اور سمندر کا پانی ایک دوسرے سے نہیں ملتا، دونوں قسموں کے پانی اپنی اپنی شناخت کی وجہ سے جدا جدا بہتے ہیں، قرآن مجید اس بات کو کیوں بیان کرتا ہے، جس کا ترجمہ ہے: وہ دریاں، کھارے اور میٹھے کو رواں کیا جو آپس میں مل کر بہتے ہیں، ان دونوں کے بیچ میں پردہ ہے، وہ اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ (سورہ رحمن آیت نمبر 10۔20)

کائنات پھیلتی رہتی ہے: بیسویں صدی کے شروع میں کائنات کے متعلق سائنس دانوں کا تصور تھا کہ کائنات ایک خاص بناوٹ رکھتی ہے اور وہ ازل سے موجود ہے، لیکن 1929 کے ایک تجربے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ستارے اور کہکشاں مسلسل ایک دوسرے سے دور ہو رہے ہیں، یہ بات کائنات کے مسلسل پھیلنے کی حقیقت کو ثابت کرتی ہے، جبکہ قرآن مجید نے کئی سو سال پہلے یہ بات اس انداز سے بیان کر دی جس کا ترجمہ ہے: اور آسمان کو ہم نے اپنی قدرت سے بنایا اور بے شک ہم ہی اس کو وسعت دے رہے ہیں۔ (سورۃ الذاریات آیت نمبر 47)

انگلیوں کے پوروں کے نشانات (انگوٹھے پر نشان): دنیا میں ہر انسان یہاں تک کہ جڑواں بچوں کی انگلیوں کے نشانات الگ الگ ہوتے ہیں، یعنی لوگوں کی پہچان ان کی انگلیوں پر بنے کوڈ میں محفوظ ہے، جبکہ قرآن مجید صدیوں پہلے اس کی وضاحت کر چکا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے، ترجمہ ہے: کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں جمع نہیں کر سکتے؟ ضرور کریں گے اور ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو درست کر دیں۔ (سورۃ القیامہ آیت نمبر 3۔4)

سوال: قرآن مجید کے معجزات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ تحریر کیجئے۔

جواب: قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی آخری آسمانی کتاب ہے۔ یہ کتاب حضرت محمد ﷺ کو عطا کردہ معجزہ ہے، جو تیئس سال کے عرصے میں حالات اور واقعات کے پیش نظر آہستہ آہستہ نازل ہوئی۔

قرآن حکیم اور پہاڑوں کی خصوصیات۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی ان خصوصیات کو اس طرح سے بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (6) وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا (7) ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا، اور پہاڑوں کو میخیں۔

جدید زمینی علوم نے ثابت کیا ہے کہ زمین کی سطح کے نیچے پہاڑوں کی گہری جڑیں ہیں اور یہ کہ جڑیں زمین کی سطح سے ان پہاڑوں کے اونچائی سے بھی کئی گنا زیادہ نیچے تک گہری ہوتی ہیں۔

لہٰذا اس معلومات کی بنیاد پر پہاڑوں کو بیان کرنے کے لئے سب سے موزوں لفظ 'میخ' ہی ہے۔ سائنس کی تاریخ میں بتاتی ہے، کہ گہری جڑوں والے پہاڑوں کا نظریہ صرف انیسویں صدی کے آخر میں ہی پیش کیا گیا تھا۔ پہاڑ زمین کے پرت کو مستحکم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں، اور یہ زمین کو لرزنے میں رکاوٹ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (15) ترجمہ: اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں لے کر ہلے نا اور نہریں اور راہیں بنا دیں تاکہ تم منزل مقصود کو پہنچو (سورۃ نمبر 16، آیت نمبر 15)

اسی طرح ٹیکٹونک پلیٹس کے جدید نظریہ کا خیال ہے کہ پہاڑ زمین کے استحکام کا کام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام ارضیات کے ماہرین نے نہیں لکھی ہیں۔ تاہم، جدید ارضیات نے قرآنی آیات کی سچائی کی تصدیق کر دی ہے۔

کھاری اور میٹھے سمندروں کا الگ الگ بہنا: سمندروں میں پائے جانے والے پانی کی مختلف اقسام کے درمیان رکاوٹیں، ایک سائنسی حقیقت جو قرآن مجید میں 14 سو سال پہلے بیان کی گئی ہے۔

جدید سائنس نے دریافت کیا ہے کہ ان جگہوں پر جہاں دو مختلف سمندر ملتے ہیں، ان کے درمیان ایک رکاوٹ ہوتی ہے۔ یہ رکاوٹ دونوں سمندروں کو تقسیم کرتی ہے تاکہ ہر سمندر کا اپنا درجہ حرارت، نمک اور شناخت ہوتا ہے، مثال کے طور پر، بحر اوقیانوس کے پانی کے مقابلے میں بحیرہ روم کا سمندری پانی گرم، نمکین اور کم شناخت رکھتا ہے۔ جب بحیرہ روم کا سمندری پانی اپنے گرم، نمکین اور کم شناخت خصوصیات کے ساتھ کئی سو کلومیٹر کی گہرائی میں چلا جاتا ہے، اگرچہ ان سمندروں میں بڑی لہریں، مضبوط دھارے، اور جوار ہیں، لیکن وہ اس رکاوٹ کے ہوتے کبھی ایک دوسرے میں مکس نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ رکاوٹ عبور کرتے ہیں۔ قرآن پاک نے یہ ذکر کیا ہے کہ دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ ہے جو ملتے ہیں اور وہ تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ۔ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ

ترجمہ: اسی نے دو سمندر رواں کئے کہ باہم مل جاتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے وہ (اپنی اپنی) حد سے تجاوز نہیں کر سکتے۔

لیکن جب قرآن پاک میٹھے اور نمکین پانی کے درمیان تفریق کے بارے میں بات کرتا ہے، اس میں رکاوٹ کے ساتھ "ایک تقسیم کرنے والی آڑ" کے وجود کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو اس طرح ملا کر چلایا ہے کہ ایک میٹھا ہے جس سے تسکین ملتی ہے، اور ایک نمکین ہے، سخت کڑوا۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ اور رکاوٹ والی تقسیم حائل کر دی ہے۔ انسانی نظر ملنے والے دونوں سمندروں کے مابین فرق کو نہیں دیکھ سکتی ہے، بلکہ یہ دونوں سمندر ایک ہو موجینس سمندر کی طرح ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایسی معلومات جو چودہ سو سال پہلے دریافت کرنا ممکن ہے، اور موجود سائنسی دریافتیں قرآن کی سچائی کی دلیلیں ہیں۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: قرآن مجید کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

جواب: لفظ قرآن کے لغوی معنی ہیں "پڑھی ہوئی کتاب یا بار بار پڑھی جانے والی کتاب" ہے، قرآن کریم کی اصطلاحی معنی ہیں، اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو حضرت محمد ﷺ پر جبرئیل امین کے ذریعے نازل ہوا اور مصاحف میں لکھا گیا ہے۔

سوال: قرآن مجید کے پانچ صفاتی نام اور ان کا مفہوم تحریر کیجئے۔

جواب: قرآن مجید کے نام: قرآن مجید کا اصل نام یہی "قرآن" ہے لیکن علمائے کرام نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے نام شمار کئے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:

۱۔ **القرآن:** کلام پاک کا ذاتی اور اصل نام ہے۔ ۲۔ **الفرقان:** حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب۔ ۳۔ **الذکر:** نصیحت کرنے والی کتاب۔ ۴۔ **الکتاب:** خاص کتاب لعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید۔ ۵۔ **الہدیٰ:** راہ دکھانے والی، ہدایت دینے والی کتاب۔

وحی کا مفہوم اور اس کی صورتیں

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: وحی کی اہمیت بیان کیجئے۔

جواب: وحی کے لغوی معنی ہیں "اشارہ کرنا، دل میں پھینکے سے کوئی بات ڈالنا"

وحی کا لغت میں معنی ہے، خفیہ طریقے سے خبر دینا، اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں، اسی طرح سے اشارہ کرنے اور لکھنے کو بھی وحی کہتے ہیں۔

وحی کے اصطلاحی معنی ہیں، اللہ تعالیٰ انسان کو خفیہ طور سے کسی چیز کی خبر دے دیں، الہام کے ذریعے یا خواب کے ذریعے یا اس پر کوئی کتاب نازل فرمائیں، جیسے حضرت موسیٰ پر تکتاب نازل کی تھی یا جس طرح حضرت سیدنا محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا اور یہ سب اعلام (خبر دینا) ہیں اگرچہ ان کے اسباب مختلف ہیں۔

وحی کی اہمیت: انسان کو بہت سی باتیں اپنے حواس کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں، بہت سی عقل کے ذریعے اور جو باتیں ان دونوں ذرائع سے معلوم نہیں ہو سکتیں، ان کا علم وحی کے ذریعے عطا کیا جاتا ہے۔ جہاں تک حواس غسہ کام دیتے ہیں، وہاں تک عقل کوئی رہنمائی نہیں کرتی اور جہاں تک حواس غسہ جواب دے دیتے ہیں، وہیں سے عقل کا کام شروع ہوتا ہے، لیکن اس عقل کی رہنمائی بھی غیر محدود نہیں ہے، یہ بھی ایک حد تک جا کر رک جاتی ہے اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا علم، حواس کے ذریعے ہو سکتا ہے اور نہ عقل کے ذریعے، کسی چیز کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس کو کس طرح استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور کس طرح استعمال کرنے سے ناراض ہوتے ہیں، اس علم کا جو ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے وہ "وحی" ہے اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو منتخب فرما کر اسے پیغمبر قرار دیتے ہیں اور اس پر اپنا کلام نازل فرماتے ہیں اسی کلام کو "وحی" کہا جاتا ہے۔

پیغمبر پر وحی کا نزول: صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں؛ بلکہ اس کی ہدایت کے لیے وحی بھی ایک ضروری چیز ہے، بنیادی طور پر وحی کی ضرورت پیش ہی اس جگہ آتی ہے، جہاں عقل کام نہیں دیتی، اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہی ہو جائے، بلکہ جس طرح کسی چیز کا رنگ معلوم کرنا عقل کا کام نہیں، بلکہ حواس کا کام ہے، اسی طرح بہت سے دینی عقائد کا علم عطا کرنا بھی عقل کی بجائے وحی کا منصب ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا، بلکہ ان کی رہنمائی کے لیے باقاعدہ نظام بنایا ہے، رہنمائی کے اسی باقاعدہ نظام کا نام وحی اور رسالت ہے، یہ وحی اللہ تعالیٰ نے ان ہزاروں پیغمبروں پر نازل فرمائی، جنھوں نے اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کی ہدایت کا سامان کیا یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ پر اس مقدس سلسلے کی تکمیل ہو گئی۔

سوال: قرآن مجید کی روشنی میں وحی کی صورتیں تحریر کیجئے۔

جواب: وحی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، کوئی اشارہ کرنا، خفیہ بات کرنا ہے۔

اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

آنحضرت ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی وہ دو قسم کی تھی: 1۔ وحی متلو۔ 2۔ وحی غیر متلو

وحی متلو: وحی متلو قرآن پاک کو کہا جاتا ہے۔ جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

وحی غیر متلو: وحی غیر متلو احادیث مبارکہ کو کہا جاتا ہے۔ جس کی قرآن مجید کی طرح تلاوت نہیں کی جاتی۔

ایک تو قرآن کریم کی آیات جن کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ کی طرف سے تھے، جو قرآن کریم میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی گئیں، آج تک ان کا ایک حرف بھی نہ بدلا جا سکا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے، اس وحی کو علمائی اصطلاح میں "وحی متلو" کہا جاتا ہے، یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

دوسری قسم اس وحی کی ہے جو قرآن کریم کا جز نہیں بنی، لیکن اس کے ذریعہ آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے ہیں، اس وحی کو "وحی غیر متلو" کہتے ہیں یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔

وحی نازل ہونے کی صورتیں: آپ ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس کی چند صورتیں درجہ ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کے ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کے آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کبھی مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صورت میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔

وحی کی دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیتا تھا، ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔

وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی انسانی شکل اختیار کیے بغیر اپنی اصل صورت میں دکھائی دیتے تھے۔

وحی کی چوتھی صورت یہ تھی کہ آپ کو نزول قرآن سے قبل سچے خواب نظر آیا کرتے تھے جو کچھ خواب میں دیکھتے بیداری میں ویسا ہی ہو جاتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ پر وحی کی ابتدا نیند کی حالت میں سچے خوابوں سے ہوئی، اس وقت جو آپ خواب میں دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا نکلتا۔

وحی کی پانچویں صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی بھی صورت میں سامنے آئے بغیر آپ کے قلب مبارک میں کوئی بات القاء (ڈال) فرما دیتے تھے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: وحی کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کیجئے۔

جواب: عربی زبان میں "وحی" کا معنی ہے: جلدی سے کوئی اشارہ کرنا، کسی بات کا دل میں اتر جانا۔

وحی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، کوئی اشارہ کرنا، خفیہ بات کرنا ہے۔

اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

سوال: وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى **کا ترجمہ لکھیں۔**

جواب: ترجمہ: اور وہ کوئی بات خواہش سے نہیں کہتے۔ وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔

سوال: وحی کی اقسام بیان کریں۔

جواب: عربی زبان میں "وحی" کا معنی ہے، چپ کے سے کوئی بات دل میں اتر جانا جلدی سے کوئی اشارہ کرنا۔

وحی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، کوئی اشارہ کرنا، خفیہ بات کرنا ہے۔

اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحی کی تین سورتیں ہیں:

1۔ فرشتے کے ذریعہ اللہ کا کلام نبی کے پاس آنا، جیسے جبرائیل علیہ السلام کا وحی لانا۔

2۔ فرشتے کی وساطت کے بغیر اللہ تعالیٰ کا خود ہم کلام ہونا۔ جیسے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا۔

3۔ نبی کے دل میں اللہ کی طرف سے کسی بات کا ڈال دینا، جسے الہام بھی کہتے ہیں۔

اسی طرح نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا حکم ہوا۔

وحی کی اقسام:

وحی کی دو قسمیں ہیں: 1 وحی متلو۔ 2 وحی غیر متلو

وحی متلو قرآن پاک کو کہا جاتا ہے۔ وحی غیر متلو احادیث مبارکہ کو کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی تدوین

سوال: قرآن مجید کی حفاظت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں تحریر کیجئے۔

جواب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو آخری نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے، قیامت تک کوئی اور کتاب نازل نہ ہوگی، آسمانی کتابوں میں قرآن مجید ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے، کہ یہ قیامت تک اپنی اصل حالت پر رہے گا، خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ایک جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر ۹) ترجمہ: ہم نے ہی ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

قرآن مجید کا نزول ضرورت وحاجت کے مطابق تھوڑا تھوڑا ہوتا رہا، کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں نازل ہوتی رہیں، نزول کی ترتیب موجودہ ترتیب سے بالکل الگ تھی، یہ سلسلہ پورے عہد نبوی کو محیط رہا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات تک جاری رہا، اس لیے آپ ﷺ کے سامنے آج کی طرح کتابی شکل میں قرآن مجید کا سامنے آنا مشکل بلکہ ناممکن تھا، ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ ہر آیت کے نازل ہوتے ہی آپ ﷺ لکھوا لیتے تھے اور زمانہ کے لحاظ سے نہایت ہی پائدار چیز پر لکھواتے تھے۔

چنانچہ پورا قرآن مجید بغیر کسی کمی کے لکھا ہوا آپ ﷺ کے حجرۂ مبارکہ میں موجود تھا، اس میں نہ تو کوئی آیت لکھنے سے رہ گئی تھی اور نہ ہی کسی کی ترتیب میں کوئی کمی تھی؛ البتہ سب سورتیں الگ الگ تھیں، اور متعدد چیزوں پر لکھی ہوئی تھیں، کتابی شکل میں جلد بندی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کتابی شکل میں جمع کرایا اور بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کی نقلیں تیار کر کے ہر طرف پھیلا دی تھیں، اور پوری امت کو ایک قرات پر جمع کیا، آج تک قرآن مجید اسی کے مطابق موجود ہے اور پڑھا جا رہا ہے۔

حفاظت قرآن مجید کے طریقے:

قرآن مجید کی حفاظت کے دو طریقے ہیں ایک صدری دوسرا کتابی۔

1۔ صدری حفاظت:

ابتدائے نزول سے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح "لکھ کر" ہوئی ہے، اس سے کہیں زیادہ "حفظ" کے ذریعہ ہوئی ہے، سینہ بہ سینہ حفظ کی خصوصیت صرف اسی آخری کتاب الٰہی کو نصیب ہوئی، تورات، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی حفاظت صرف سفینہ میں ہوئی، اس لیے وہ تحریف و تبدل اور دوسرے حوادث کا شکار ہو گئیں، قرآن مجید کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے، ارشاد فرمایا: وَ مَنْزِلٌ عَلَيكَ كِتَاباً لَا يَغْسِلُ الْمَاءُ۔ (صحیح مسلم) ترجمہ: میں آپ پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جس کو پانی نہیں دھو سکے گا۔

غرض یہ کہ قرآن کی حفاظت شروع شروع میں سب سے زیادہ حافظہ کی ذریعہ ہوئی اور حفاظت کا سب سے اہم ذریعہ یہی ہے، اسی وجہ سے آج تک یہ کتاب مقدس اپنی اصل حالت پر باقی ہے۔

2۔ کتابی حفاظت:

زبانی یاد کرنے اور کرانے کے ساتھ ہی سرکار دو عالم ﷺ نے آیات کی حفاظت کے لیے کتابت (لکھوانے) کا بھی خوب اہتمام فرمایا، نزول کے ساتھ ہی بلا تاخیر آیات قلم بند کرا دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ پر جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی، تو (بلا تاخیر) جو لکھنا جانتے تھے، ان میں سے کسی کو بلاتے اور ارشاد فرماتے کہ: اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں فلاں فلاں آیتیں ہیں۔

سامانِ کتابت:

نزول قرآن مجید کے زمانہ میں ایجادات و مصنوعات کی کمی تھی، جس طرح آج کاغذ، قلم اور دوات کی بے شمار قسمیں دریافت ہیں، اس زمانہ میں اتنی ہر گز نہ تھیں؛ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس وقت کاغذ اور کتابیں دریافت نہ تھیں، یمن، روم اور فارس میں کتب خانے بھی تھے، یہود و نصاریٰ کے پاس کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا، اس زمانے میں "کاغذ" وغیرہ کی صنعتیں بھی تھیں، لیکن بڑے پیمانے پر نہ ہونے کی وجہ سے کاغذ وغیرہ ہر جگہ دستیاب نہ تھے، اس لیے لکھنے کے لیے جو چیز بھی قابل اور پائدار سمجھی آتی، اس پر لکھ لیا جاتا تھا۔ (التبیان فی علوم القرآن ص ۳۹)

قرآن مجید کی کتابت کے لیے بھی اس وقت کی ایسی پائدار چیزیں استعمال کی گئیں، جن میں حوادث و آفات کے مقابلے کی صلاحیت نسبتاً زیادہ تھی، تاکہ مدتِ دراز تک محفوظ رکھا جا سکے۔ حافظ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق کتابت قرآن میں درج ذیل چیزیں استعمال کی گئیں:

1: زیادہ تر پتھروں کی چوڑی اور پتلی سلوں کو استعمال کیا گیا۔

2: اونٹوں کے مونڈھوں کی چوڑی ہڈیوں پر بھی لکھا گیا۔

3: چمڑوں کے کافی باریک ٹکڑوں پر بھی قرآن مجید لکھا جاتا تھا۔

4: بانس کے ٹکڑوں پر بھی آیات لکھی جاتی تھیں۔

5: درخت کے چوڑے اور صاف پتے بھی کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

6: کھجور کی شاخوں کی چوڑی جڑیں اور کھجور کے جڑے ہوئے پتوں کو کھول کر ان کی اندرون جانب بھی آیات کی کتابت ہوتی تھی۔

7: محدثین نے کاغذ پر بھی کتابت قرآن کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ۹/۱۷)

سورتوں اور آیتوں کی ترتیب:

پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پورا قرآن مجید مرتب طور پر لکھوایا، آج بھی اسی ترتیب سے قرآن مجید لکھا اور پڑھا جا رہا ہے، اور قیامت تک اسی طرح رہے گا۔

پورا قرآن مجید بائیس سال، پانچ ماہ، چودہ دن میں نازل ہوا۔ حسب ضرورت کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں اور کبھی پوری سورت کی شکل میں آیات نازل ہوتی رہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوتا کہ اس کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر رکھ دیجیے؛ چنانچہ کاتبین وحی کو بلا کر آپ ﷺ فرماتے اس کو فلاں مقام پر لکھو۔

سوال: عہد نبوی میں قرآن مجید کی تدوین کیسے کی گئی؟ تحریر کیجئے۔

جواب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو آخری نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے، قیامت تک کوئی اور کتاب نازل نہ ہوگی، آسمانی کتابوں میں قرآن مجید ہی کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ یہ قیامت تک اپنی اصل حالت پر رہے گا، خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ایک جگہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر ۹) ترجمہ: ہم نے ہی ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

قرآن مجید کا نزول ضرورت وحاجت کے مطابق تھوڑا تھوڑا ہوتا رہا، کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں نازل ہوتی رہیں، نزول کی ترتیب موجودہ ترتیب سے بالکل الگ تھی، یہ سلسلہ پورے عہد نبوی کو محیط رہا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات تک جاری رہا، اس لیے آپ ﷺ کے سامنے آج کی طرح کتابی شکل میں سامنے آنا مشکل بلکہ ناممکن تھا، ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ ہر آیت کے نازل ہوتے ہی آپ ﷺ لکھوا لیتے تھے اور زمانہ کے لحاظ سے نہایت ہی پائدار چیز پر لکھواتے تھے۔

چنانچہ پورا قرآن مجید بغیر کسی کمی کے لکھا ہوا، آپ ﷺ کے حجرۂ مبارکہ میں موجود تھا، اس میں نہ تو کوئی آیت لکھنے سے رہ گئی تھی اور نہ ہی کسی کی ترتیب میں کوئی کمی تھی؛ البتہ سب سورتیں الگ الگ تھیں، اور متعدد چیزوں پر لکھی ہوئی تھیں، کتابی شکل میں جلد بندی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کتابی شکل میں جمع کرایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کی نقول تیار کر کے ہر طرف پھیلا دی تھیں، اور پوری امت کو ایک قرات پر جمع کیا، آج تک قرآن مجید اسی کے مطابق موجود ہے، پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے۔

سامانِ کتابت:

نزول قرآن مجید کے زمانہ میں ایجادات و مصنوعات کی کمی تھی، جس طرح آج کاغذ، قلم اور دوات کی بے شمار قسمیں دریافت ہیں، اس زمانہ میں اتنی ہر گز نہ تھیں؛ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس وقت کاغذ اور کتابیں دریافت نہ تھیں، یمن، روم اور فارس میں کتب خانے بھی تھے، یہود و نصاریٰ کے پاس کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا، اس زمانے میں "کاغذ" وغیرہ کی صنعتیں بھی تھیں؛ لیکن بڑے پیمانے پر نہ ہونے کی وجہ سے کاغذ وغیرہ ہر جگہ دریافت نہ تھے؛ اس لیے لکھنے کے لیے جو چیز بھی قابل اور پائدار سمجھی آتی اس پر لکھ لیا جاتا تھا۔ (التبیان فی علوم القرآن ص ۳۹)

قرآن مجید کی کتابت کے لیے بھی اس وقت کی ایسی پائدار چیزیں استعمال کی گئیں، جن میں حوادث و آفات کے مقابلے کی صلاحیت نسبتاً زیادہ تھی، تاکہ مدتِ دراز تک محفوظ رکھا جا سکے۔ حافظ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق کتابت قرآن میں درج ذیل چیزیں استعمال کی گئیں۔

1: زیادہ تر پتھروں کی چوڑی اور پتلی سلوں کو استعمال کیا گیا۔

2: اونٹوں کے مونڈھوں کی چوڑی ہڈیوں پر بھی لکھا گیا

3: چمڑوں کے کافی باریک پارچوں پر بھی قرآن مجید لکھا جاتا تھا،

4: بانس کے ٹکڑوں پر بھی آیات لکھی جاتی تھیں۔

5: درخت کے چوڑے اور صاف پتے بھی کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

6: کھجور کی شاخوں کی چوڑی جڑیں اور کھجور کے جڑے ہوئے پتوں کو کھول کر ان کی اندرون جانب بھی آیات کی کتابت ہوتی تھی۔

7: محدثین نے کاغذ پر بھی کتابت قرآن کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ۹/۱۷)

سورتوں اور آیتوں کی ترتیب:

پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پورا قرآن مجید مرتب طور پر لکھوایا، آج بھی اسی ترتیب سے قرآن مجید لکھا اور پڑھا جا رہا ہے، اور قیامت تک اسی طرح رہے گا۔

پورا قرآن مجید بائیس سال، پانچ ماہ، چودہ دن میں نازل ہوا۔ حسب ضرورت کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں اور کبھی پوری سورہ کی شکل میں آیات نازل ہوتی رہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوتا کہ اس کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پر رکھ دیجیے؛ چنانچہ کاتبین وحی کو بلا کر آپ ﷺ فرماتے اس کو فلاں مقام پر لکھو۔

عہد نبوی میں قرآن مجید کے نسخے:

جیسا کہ اوپر گذرا کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی کے ساتھ ہی آیات لکھوایا کرتے تھے، اور لکھانے کے ساتھ سن بھی لیتے تھے، پھر اسے اپنے پاس محفوظ فرما لیتے تھے، اسی وجہ سے آپ ﷺ کے پاس پورا قرآن مجید لکھی ہوئی شکل میں بھی موجود تھا لیکن ایک جلد میں مجلد نہ تھا، مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔

صحابہ کرام میں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، وہ خدمت نبوی میں پہنچ کر آیات لکھ لیتے تھے، جب کسی سورت میں آیت کا اضافہ ہوتا تو معلوم کر کے مرتب فرما لیتے تھے، اس طرح بہت سے صحابہ کرام کے پاس سرکار دو عالم ﷺ کا مصدقہ نسخۂ قرآن موجود تھا، بعض کے پاس پورا قرآن بھی تھا اور بعض کے پاس چند سورتیں اور چند آیتیں تھیں، لکھنے لکھانے کا سلسلہ بالکل ابتداء سے کثرت سے جاری تھا، اس کی شہادت درج ذیل روایتوں سے ملتی ہے:

1۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے والی روایت میں ہے کہ ان کی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہما ان سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، وہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھ رہے تھے، جب حضرت عمر نہایت غضب ناک حالت میں ان کے پاس پہنچے تو ان کے سامنے ایک صحیفہ تھا، جس کو انہوں نے چھپا دیا تھا، اس میں سورہ طٰہٰ کی آیات لکھی ہوئی تھیں۔

حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مشورہ سے جب قرآن مجید کے اجمالی نسخہ کی کتابت کا وقت آیا تو اس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو پابند کیا گیا تھا کہ، جو کوئی بھی لکھی ہوئی آیت لے کر آئے، اس سے دو گواہوں کی گواہی اس بات پر لیجیے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھی گئی ہے چنانچہ اس پر عمل ہوا (الاتقان ۱/۷۷)

مذکورہ بالا تینوں روایتوں اور ان کے علاوہ بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں بہت سے صحابہ کرام کے پاس آیات لکھی ہوئی تھیں۔

سوال: حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تدوین قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جواب: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ میں حفاظ صحابہ کے شہید ہو جانے پر اکابر صحابہ کو یہ احساس ہوا کہ ایسے ہی دیگر معرکوں میں حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ ان کے سینوں ہی میں چلا جائے گا، اس لیے قرآن مجید کی جمع و تدوین کا کام کیا گیا۔

سوال: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کس سبب کی وجہ سے قرآن مجید کو ایک ہی لہجے میں تیار کر کے پھیلایا؟

جواب: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا، لوگوں نے اپنے قبائلی اور انفرادی لہجوں یا مختلف متواتر تلفظ کے لحاظ سے قرآن مجید کے مختلف نسخے لکھے تھے، انکے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا، ایک دوسرے کی قرات کو غلط قرار دیا جانے لگا، حتیٰ کہ ایک دوسرے کی تکفیر کی جانے لگی، کافی غور و فکر کے بعد تمام صحابہ کرامؓ اس بات پر متفق ہو گئے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مصحف کے مطابق کچھ مصاحف تیار کیے جائیں اور ہر علاقہ کی طرف ایک مصحف کا نسخہ روانہ کر دیا جائے تاکہ لوگوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑے ختم ہو جائیں، ان مصاحف کے علاوہ باقی تمام صحیفے تلف کر دیے جائیں۔

سوال: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے نسخے تیار کر کے کن کن علاقوں میں بھجوائے؟

جواب: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سات نسخے تیار کرائے تھے، ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا، اور بقیہ مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ میں ایک ایک کر کے بھیج دیا گیا تھا۔

سورۃ البقرہ

مختصر جواب کے سوالات

سوال: سورۃ البقرہ کا مختصر تعارف تحریر کیجئے۔

جواب: **سورۃ بقرہ کا تعارف:**

مقام نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرمان کے مطابق مدینہ منورہ میں سب سے پہلے یہی "سورۃ بقرہ" نازل ہوئی۔

آیات، کلمات اور حروف کی تعداد: اس سورت میں 40 رکوع، 286 آیتیں، 6121 کلمات اور 25500 حروف ہیں۔

"بقرہ" نام رکھے جانے کی وجہ: عربی میں گائے کو "بَقَرَۃٌ" کہتے ہیں اور اس سورت کے آٹھویں اور نویں رکوع کی آیت نمبر 67 تا 73 میں بنی اسرائیل کی ایک گائے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کی مناسبت سے اسے "سورۂ بقرہ" کہتے ہیں۔

سوال: حروف مقطعات کسے کہتے ہیں؟ تحریر کیجئے۔

جواب: حروف مقطعات: قرآن مجید میں استعمال ہونے والے وہ عربی ابجد کے حروف ہیں جو قرآن کی بعض سورتوں کی ابتدائی آیت کے طور پر آتے ہیں۔ مثلاً الم، الص حم وغیرہ۔ یہ عربی زبان کے ایسے الفاظ نہیں ہیں جن کا مطلب معلوم ہو۔ ان پر بہت تحقیق ہوئی ہے مگر ان کا مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ بعض لوگوں کی تحقیق کے مطابق یہ عربی الفاظ کے اختصارات ہیں اور بعض لوگوں کے مطابق یہ کچھ اشارات ہیں۔ یہ حروف 29 سورتوں کی پہلی آیت کے طور پر ہیں، یہ ایک سے پانچ حروف پر مشتمل ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں چار سورتیں ایسی ہیں جن کے نام ہی ان سورتوں میں موجود حروف مقطعات پر رکھے گئے ہیں۔ یہ چار سورتیں سورہ طٰہٰ، سورہ یاسین، سورہ عٓسٓ اور سورہ قٓ ہیں۔

سوال: قرآن مجید کن لوگوں کے لیے ہدایت ہے؟

جواب: یہ کتاب ہدایت ہے، متقین (پرہیزگاروں) کے لیے۔ جس درجہ کا تقویٰ ہے، اس درجہ کی ہدایت ہے، اس کتاب میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کتاب خدا سے ڈرنے والوں کے لیے ایک واضح اور روشن ہدایت کی کتاب ہے۔ جب تک دل میں خدا کا خوف نہ ہو، اس وقت تک راہ ہدایت نظر نہیں آتی۔ یہ کتاب تو مشعل ہدایت ہے، لوگوں کے شبہات، کفر کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو دور کرنے کے لیے اتاری گئی ہے۔

سوال: نفاق کسے کہتے ہیں؟ تحریر کیجئے۔

جواب: نفاق کا لفظ "نفق" سے نکلا ہے اس کے معنی ہیں ایسا زیرے زمین سرنگ جس کے دو منہ ہوں۔

مراد اس سے دورخی کرنے والا، یعنی زبان و عمل سے بظاہر مسلمان اور دل سے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنے والا۔

جنگلی چوہے، سانپ اور زیر زمین رہنے والے جانوروں کا بل، جس کے دو منہ ہوتے ہیں، ایک دہانے سے وہ اس میں داخل ہوتے ہیں، شکاری اس طرف متوجہ ہوتا ہے، تو دوسرے سوراخ سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح منافق کے بھی دو پہلو ہیں، ایک کفر جو اس کے دل میں ہے، دوسرا ایمان جو اس کی زبان پر ہے۔ اگر کفر سے اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگتا ہے۔ اور اگر اسلام کے باعث اسے کوئی تکلیف پہنچ رہی ہو، تو فوراً اپنے کافر ہونے کا اعلان کر دیتا ہے۔ یعنی وہ حقیقت میں عقیدے کا نہیں، مفاد کا آدمی ہوتا ہے۔ اور زبان پر اسی بات کو لاتا ہے جس سے اس کے دل میں اگنے والی فصل کی آبیاری ہو سکے۔

منافق انسان ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد "ان المنا فقین فی الدرک الاسفل من النار"

ترجمہ: بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ (سورۃ النساء:145)

سوال: اللہ تعالیٰ نے مچھر کی مثال دے کر کیا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے مچھر یا اس قسم کی کسی دوسری چیز کی مثال دینے میں کوئی حرج یا عیب نہیں ہے، بلکہ ان مثالوں کے پیش کرنے کا مقصد مومنوں اور کافروں کو سامنے لانا اور یہ بات سمجھانا ہے کہ مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ حق کو مانے، اس بنا پر اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ اللہ کا پیغام ہے اور وہ اسے سچ مانتے ہیں، جبکہ کافر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے اللہ کا مطلب کیا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ بعض کو ایمان لانے کی ہدایت دیتا ہے اور بعض کو کفر پر رہنے کے لیے چھوٹ دیتا ہے۔

سوال: جنت میں مومنین میوہ جات کے بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب: جنت میں جب مسلمانوں کو پھل دیے جائیں گے، وہ دیکھ بھی ان کی ایک جیسی صورت دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو پہلے بھی ملے تھے، لیکن ان کے ذائقے پہلے والوں سے بالکل مختلف ہوں گے، وہ دیکھنے میں ایک جیسے لگ رہے ہوں گے، لیکن کھانے میں ذائقہ سب کا الگ الگ ہو گا۔

سوال: سورہ بقرہ کی ایت نمبر 28 میں انسانوں کی موت اور حیات سے کیا مراد ہے۔

جواب: اس آیت سے مراد یہ ہے کی جب انسان کا وجود بھی نہیں تھا، پھر اللہ نے انہیں بنایا، پھر انہیں دنیا میں پھیلایا، پھر انہیں موت دی، پھر انہیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا، پھر تمام مخلوقات قیامت کے دن اس کی طرف لوٹ آئیں گے۔ ان تمام مراحل کو دیکھتے ہوئے ایک انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کو کیسے جھٹلا سکتا ہے۔

سوال: سورہ بقرہ کی آیات کی روشنی میں حضرت آدم اور ابلیس کے واقعے کو مختصر ایان کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو بنایا اور ان کو علمی فضیلت سے نوازا، تو فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا، سب نے سجدہ کیا، شیطان نے تکبر میں آکر انہیں سجدہ نہیں کیا، اللہ کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے نکال کر بے دخل کر دیا اور اسے ہمیشہ کے لیے ملعون قرار دیا، شیطان

THE PROFESSORS ACADEMY

نے غصے میں آکر یہ فیصلہ کیا کہ اس انسان کی وجہ سے مجھے جنت سے نکالا گیا ہے، میں اس سے اپنا بدلہ لوں گا اور قیامت تک اس کی اولاد کو گمراہ کرتا رہوں گا، اب یہ معرکہ قیامت تک یوں ہی برپا رہے گا۔

سوال: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر فرشتوں نے کس بنیاد پر سوال کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کے سامنے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا ایک نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے اعتراض کیا، کہ اے اللہ! آپ ایسی مخلوق بنانے والے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائیں گے، اور خون خرابہ کریں گے، اس بات کے کہنے کی وجہ یہ تھی کہ زمین پر انسانوں سے پہلے جنات آباد تھے، جو خون خرابہ اور فتنہ وفساد پھیلاتے تھے، ان کے فساد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین سے نکال کر سمندروں پر پھینک دیا تھا، اسی وجہ سے فرشتوں نے کہا کہ یہ مخلوق بھی اگر زمین پر آئے گی تو جنات کی طرح خون خرابہ کرے گی اور فساد پھیلائے گی۔

سوال: ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بنایا، تو تمام فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، سب نے سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کی وجہ سے سجدہ نہیں کیا، جس کی وجہ سے وہ اللہ کا نافرمان ٹھہرا۔

سورہ انفال کے سوال جواب

سوال: انفال، غنیمت اور نے کا مفہوم بیان کریں؟

جواب: انفال جمع ہے نفل کی، یہ اس مال کو کہتے ہیں کہ جو مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اللہ اور اس کے رسول کا حصہ ہوتا ہے۔ "مال غنیمت" اس مال کو کہا جاتا ہے جو دشمنوں سے جنگ کرنے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے۔ "مال نے" اس مال کو کہتے ہیں جو لڑے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے۔

سوال: سورہ انفال کی پہلی آیت میں مومنین کو کن تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: سورہ انفال کی پہلی آیت میں مسلمانوں کو درج ذیل تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ڈر اختیار کریں۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ صلح صفائی سے رہیں، یعنی اگر مسلمانوں کا آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ان کے درمیان آپس میں صلح صفائی کرا دو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہو۔

سوال: سورہ انفال کی آیت نمبر 2 اور 3 میں مومنین کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: سورہ انفال میں مومنین کی درج ذیل صفات بیان کی گئی ہیں:

جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ جب ان کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس سے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال دیا ہے اس میں سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

سوال: جنگ بدر کے موقع پر بارش سے کیا فائدہ ہوا؟۔

جواب: جنگ بدر میں بارش برسانے سے مسلمانوں کو چند فائدے ہوئے:

اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں پر جب بارش برسائی، تو اس سے ان کے دلوں کے اندر جو کافروں کا خوف تھا وہ دور ہو گیا، شیطانی وسوسوں سے ان کو نجات مل گئی اور میدان جنگ میں ثابت قدمی سے لڑے۔

مسلمانوں کی جگہ کچی تھی اس پر بارش برسنے کے بعد وہ مٹی بیٹھ گئی، کافروں کی جو جگہ تھی وہ کچی اور پتھریلی تھی، بارش کے بعد وہاں پر کیچڑ بن گیا، جس کی وجہ سے ان کے لئے بیٹھنا محال ہو گیا تھا۔

سوال: جنگ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کیا حکم دیا۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے موقع پر فرشتوں کو حکم دیا کہ تم جاؤ مسلمانوں کو تسلی دو، ان کی مدد کرو، اور ان سے کہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تاکہ وہ ثابت قدم رہیں اور میدان جنگ میں ڈٹ کر لڑیں۔

THE PROFESSORS ACADEMY

سوال: کافروں کے مقابلے میں سورہ انفال کی ان آیات میں مسلمانوں کو کیا ہدایت دی گئی ہے؟

جواب: سورہ انفال میں ایمان والوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو، تو میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر نہ جاؤ، جو بھی شخص میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر گیا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصے کا شکار ہو گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا جو کہ بہت بری جگہ ہے۔

سوال: منافقین میں کیا خرابیاں تھی جن کے بارے میں کہا گیا کہ آپ ان جیسے نہ بنیں؟

جواب: منافقوں میں درج ذیل خرابیاں تھیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ان کی طرح نہ بننے کا کہا گیا:

وہ کہتے تھے کہ ہم نے نصیحت اور وعظ کی باتیں سن لی ہیں، جبکہ وہ نہیں سنتے، کیونکہ وہ سننا اور سمجھنا نہیں چاہتے، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ دنیا کے بدترین چانور ہیں جو گونگے، بہرے اور بے عقل ہیں۔ اگر ان کے لیے اللہ کی طرف سے تھوڑا سا بھی خیر حاصل کرنا ممکن ہوتا، تو انہیں حق سننے کی سعادت حاصل ہو جاتی۔

سوال: وہ کون سا وقت مراد ہے جب مومنوں کی تعداد کم تھی؟

جواب: اس وقت سے مراد مسلمانوں کا ابتدائی وقت ہے، جب جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ کم تھی، اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پہ یہ آیت نازل فرمائی کہ اس وقت کو یاد کرو جب تم تعداد میں بہت زیادہ کم تھے اور ہم نے تمہاری مدد فرمائی۔

سوال: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل اور آپ ﷺ کی اطاعت نہ کرنا اور مسلمانوں کے راز کافروں کو بتانا یعنی مسلمانوں کے رازوں کو فاش کرنا۔

سوال: مومنوں کے لیے کون سی چیز آزمائش ہے؟

جواب: مال اور اولاد انسان کے لیے فتنہ و آزمائش ہے، یہ بات ذہن میں رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بھی تمہارے لیے آزمائش ہے، لہٰذا یہ دونوں چیزیں جہاد میں شامل ہونے میں رکاوٹ ہیں، جو لوگ ان آزمائشوں سے بچ کر خالص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بڑا اجر اور ثواب تیار کر رکھا۔

سوال: تقویٰ اختیار کرنے کے کیا کیا فوائد اور افضلیات ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تقویٰ کی برکات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف اختیار کرو گے، تو تمہیں حق اور باطل میں فرق کرنے کی توفیق و صلاحیت حاصل ہو جائے گی، تمہارے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا اور تمہیں معاف کر دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل کرنے والا مہربان ہے۔

سوال: مشرکین قرآن مجید کو ان ھٰذا اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کیوں کہا کرتے تھے؟

جواب: جب ان مشرکوں کو کلام پاک سنایا جاتا ہے تو وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں، کہ ہم نے آپ کی نصیحت اور قرآن کو سن لیا ہے، اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام بنا کر لا سکتے ہیں، اس میں پچھلی قوموں کی کہانیاں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

سوال: کفار اپنا مال و دولت کس مقصد کے لیے خرچ کرتے ہیں؟

جواب: جنگ بدر میں شکست کے بعد بعض کافروں نے مال جمع کرنا شروع کر دیا، تاکہ مسلمانوں سے بدلہ لیں اور اپنے لشکر کے کھانے پینے کا اچھا بندوبست کریں، اسی کے بارے میں قرآن میں کہا گیا: کہ کافر لوگ جو اپنا مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے دین سے روکیں، وہ اپنا سارا مال خرچ کریں گے، لیکن یہ مال و دولت کا خرچ کرنا، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں افسوس کا باعث بنے گا۔

سوال: جہاد کب تک جاری رہے گا؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ آیت کی روشنی میں واضح کریں۔

جواب: تم کافروں سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک شرک کا غلبہ ختم نہ ہو جائے اور سارا دین غالب نہ آجائے۔ اس آیت میں جہاد کا مقصد کفر کے فتنے کو ختم کرنا بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے مسلمانو! ان کافروں اور اسلام کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑتے رہو، جب تک کہ کفر و شرک کو جڑ سے نہ اکھاڑ

THE PROFESSORS ACADEMY

پھینکیں اور دین اسلام ہر طرح سے غالب نہ آجائے، اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو، پھر دیکھو اگر وہ اپنی مخالفت سے باز آجائیں تو بہتر ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے کردار پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کے لیے کون کون سے خصوصی انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا ہے؟

جواب: کفار کی کثیر تعداد کے باوجود حضور ﷺ اور صحابہ کرام کو ان کی تعداد کم کر کے دکھائی گئی، مسلمان بھی کافروں کو کم نظر آئے، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے، اے پیغمبر، یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کافر کم کر کے دکھائے، اگر وہ زیادہ کر کے دکھاتا، تو تم لوگ سست پڑ جاتے اور جنگ سے متعلق اختلاف پر بیٹھتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کو اس بات سے بچا لیا، بے شک وہ سینوں کے راز جانتا ہے، اے مومنو! جب آپ جنگ میں تھے تو مشرکوں کو آپ کی نظر میں کم کر کے دکھایا اور آپ ان کو کم دکھائی دیتے تھے یہ سب اس لیے تھا کہ اللہ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ پورا ہو، اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں اور اس کی مرضی اور اس کا فیصلہ ہر جگہ غالب ہوتا ہے۔

سوال: العدوۃ الدنیا اور العدوۃ القصویٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت میں جنگ بدر کے فیصلہ کن دن کی صورتحال بیان کی گئی ہے، وہ دن یاد کرو جب آپ جنگ کے لیے مدینہ کے قریب تھے اور کافروں کا لشکر دور تھا، جبکہ ابوسفیان کا قافلہ آپ سے نشیبی ساحلی راستے سے بچتے نکل کر، سمندری راستے سے فرار ہو رہا، ایسے میں آپ کا مقابلہ مشرکوں کے لشکر سے ہوا، اگر آپ ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے ایک دن مقرر کرتے تو دونوں نہیں پہنچ پاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اچانک آپ ﷺ کا مقابلہ کفار کے بڑے لشکر سے کرا دیا، تاکہ اللہ تعالیٰ اسلام کی مدد کر کے کفر کو ختم کرنے کا اپنا فیصلہ مکمل کر دے اور اللہ تعالیٰ جو فیصلہ کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

سوال: جنگ کے دوران مومنوں کو کس عمل کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: جنگ کے دوران مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ مت پھیرو، اور ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے کثرت سے یاد کرو تاکہ وہ تمہیں فتح عطا فرمائے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری طاقت ختم ہو جائے گی، اس لیے مقابلے پر ڈٹے اور ثابت قدم رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

سوال: بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل ہونے والے فرشتوں کو شیطان نے دیکھا تو اس کا ردعمل کیا تھا؟

جواب: جنگ بدر میں جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں آنے لگیں، تو شیطان اپنی ایڑیوں کے بل پھر کر بھاگتے ہوئے مشرکوں سے کہنے لگا: میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں، میں فرشتوں کے ایسے لشکر کو دیکھ رہا ہوں، جو تم نہیں دیکھتے اور میں اللہ سے ڈرتا ہوں، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، تم بھی بھاگ کر اپنی جان بچاؤ، کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سوال: شیطان مشرکین کو کیا تسلی دے رہا تھا؟

جواب: جنگ بدر میں شیطان مشرکین کو جنگی تیاری کروا رہا تھا اور ان کو حوصلہ دے رہا تھا کہ آج تمہاری اس عظیم فوج سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں، آج فتح تمہاری ہو گی، میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

سوال: معاہدوں میں خیانت کرنے والوں کے لیے کیا ہدایت ہیں؟

جواب: قرآن کی آیات میں مدینہ کے یہودیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کے ساتھ حضور ﷺ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپس میں جنگ نہیں کریں گے، لیکن انہوں نے اس معاہدے کو توڑ کر مشرکین کی مدد کی اور مسلمانوں سے کہنے لگے، معاہدے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والے تمام مخلوقات میں بدترین لوگ یہ کافر ہیں اس لیے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

سوال: سبق کی آیات میں گزشتہ قوموں کی بربادی کے کیا اسباب بتائے گئے ہیں؟

جواب: آیات نمبر 52-53-54 میں فرعون، آل فرعون اور ان جیسے دشمنان اسلام کی تباہی و بربادی کے اسباب بیان کیے گئے ہیں، مکہ والوں کا حال بھی فرعونیوں اور اس سے پہلے والے نافرمان لوگوں جیسا ہے، انہوں نے بھی غرور و تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جھٹلایا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا، اللہ تعالیٰ زبردست طاقت والا اور سخت انتقام لینے والا ہے، مکہ کے ان کافروں اور مشرکوں کی صورتحال بھی فرعون اور اس سے پہلے والوں جیسی ہے، جنہوں نے اپنے رب کی

THE PROFESSORS ACADEMY

طرف سے آنے والے پیغام کو جھوٹا سمجھا اور اس پر ایمان نہ لائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو سمندر میں غرق کر دیا اور وہ سب کے سب ظالم تھے، یہ اہل مکہ بھی ان کے طرز عمل پر چلے، تو بدر میں ہلاک کیے گئے، اللہ تعالیٰ کے دین کو جھٹلانے والے یہ سب ظالم تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کیا۔

سوال: معاہدہ توڑنے کی کیا سزا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن کے ساتھ تم نے صلح کا معاہدہ کیا، پھر انہوں نے ہر بار معاہدے کو توڑا، اور انہیں کوئی خوف نہیں ہوا۔ لہٰذا اگر وہ آپ کو جنگ میں مل جائیں، تو انہیں بعد میں آنے والوں کے لیے نشان عبرت بنا ڈالو، تاکہ دوسروں کو ان سے نصیحت ملے۔

سوال: موجودہ دور میں جہاد کے لیے کس ساز و سامان کی ضرورت ہے واضح کریں؟

جواب: موجودہ دور میں مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی جنگی صلاحیتوں کو بہتر اور مضبوط کرنے کی پوری کوشش کریں، چاہے وہ اسلحہ اور جنگی ہتھیار ہوں یا گھوڑے اور دیگر جنگی آلات ہی کیوں نہ ہوں، ایسا کرنے سے آپ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں یعنی کفار پر رعب اور اپنی ہیبت بٹھا سکیں گے، اس کے علاوہ ان دشمنوں پر بھی دہشت طاری ہو گی، جن کو اس وقت تم نہیں پہچانتے لیکن اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

سوال: اگر کفار صلح کے لیے آمادہ ہوں تو مسلمانوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی کافر یا یہودی جنگ بندی کر کے صلح کرنا چاہیں، تو مسلمان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے صلح کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں اور ان کے ہر معاہدے کو قبول کر لیں، باقی کے معاملات اللہ پر چھوڑ دیں، بے شک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

سوال: لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت کا بڑا سبب کیا ہے؟

جواب: لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت کا سب سے بڑا سبب اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، کیونکہ جب ایک مسلمان کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور محبت ہو گی تو وہ دوسرے مسلمانوں سے بھی محبت اور اچھا تعلق قائم رکھے گا۔

سوال: جہاد کی ترغیب کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: مومنوں کو جہاد کی ترغیب اور کافروں کے دس گنا تعداد پر فتح کو بیان کیا گیا ہے، اے پیغمبر! مومنوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کریں اور انہیں بتائیں کہ اگر تم میں سے بیس ثابت قدم مجاہدین دشمن سے لڑیں گے، تو وہ دو سو پر غالب ہوں گے، اور اگر تم میں سے ایک سو لڑیں گے تو وہ ایک ہزار پر غالب ہوں گے، اس لیے تمہارے اوپر لازم ہے کہ اگر کفار مسلمانوں سے دس گنا بھی ہوں تو تم ان کا مقابلہ کرو اور جنگ کرو، پیچھے نہ ہٹو۔

سوال: فدیے سے کیا مراد ہے؟

جواب: فدیے سے مراد وہ چیز ہے، جو آپ ﷺ نے جنگ بدر کے قیدیوں سے ان کی آزادی کے بدلے میں طلب کیا تھا، کسی کو مال دے کر آزادی ملی اور کسی نے مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا، جس کے بدلے میں انہیں آزادی ملی تھی۔

سوال: مومنوں کو دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لیے کتنی تعداد کی ضرورت تھی؟

جواب: جنگ بدر میں دس گنا تعداد میں کمی کر کے صرف دو گنا پر فتح کا وعدہ بیان کیا گیا ہے، اے ایمان والو! یہ حکم آپ کی طاقت اور صبر کے لحاظ سے کچھ مشکل ہے اور آپ میں کمزوری آ گئی ہے، لہٰذا جنگ کا جو اصول تھوڑی سی تخفیف سے طے کیے جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدمی سے لڑیں گے تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب ہوں گے، اور اگر تم میں سے ایک ہزار لڑنے والے مجاہدین ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار دشمنوں پر فاتح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

سوال: سورہ انفال کی ان آیات میں قیدیوں کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے ذریعے قیدیوں سے خطاب ہے، اے پیغمبر! جو قیدی آپ کے قبضے میں ہے ان کو تسلی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھی تو تمہیں اس لیے گئے فدیے سے بہتر کوئی چیز نصیب ہو گی اور تمہیں معاف کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

سوال: مہاجر اصحاب سے مراد کون سے صحابی ہیں؟

جواب: مہاجر اصحاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان لائے اور مسلمان ہوئے، پھر مدینے کی طرف ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا۔

سوال: مومنوں اور کفار کا ایک دوسرے کے وارث بننے کے کیا اصول ہیں؟

جواب: مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جنہوں نے ان کو اپنے گھروں میں پناہ دی یعنی انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، وہ دونوں ایک دوسرے کے دوست اور وارث ہیں، اس حکم کے نتیجے میں مہاجر اپنے انصاری بھائی کا وارث ہوا، اور جو لوگ ایمان لائے، لیکن ابھی تک ہجرت نہیں کی، تو وہ تم مسلمانوں کے وارث نہیں ہو سکتے، جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں، اور نہ تم ان کے وارث ہو سکتے ہو۔

باب دوم: الحدیث

تدوین حدیث

سوال: حدیث کی کسی بھی تین اقسام کے بارے میں تحریر کیجئے؟

جواب: حدیث کے لغوی معنی "خبر اور گفتگو" کے ہیں، حضور ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں، حدیث کو دیگر غیر متلو، خبر، اثر اور سنت بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث کی تین اقسام اور ان کی تعریف:

حدیث متواتر:

ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک ایسی راویوں کی جماعت روایت کرتی ہے جس کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا عقلاً و عادتاً ناممکن ہو اور دوسری جماعت جو اس پہلی جماعت سے روایت کرتی ہے وہ بھی اس کی طرح کی ہوتی ہے اور یہ وصف سند کے آغاز، وسط اور آخر تک موجود رہتا ہے۔

راویوں کی تعداد اتنی کثیر ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عادتاً بھی محال ہو، اور یہ بھی کہ اس قدر راویوں سے اتفاقی طور پر بھی جھوٹ صادر نہ ہو سکتا ہو۔

حدیث غریب:

علم حدیث میں غریب سے مراد وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ اسناد میں کسی طبقہ میں روایت کا دارومدار صرف ایک راوی پر ہو، اگرچہ دوسرے طبقوں میں، ایک سے زیادہ راوی بھی ہو سکتے ہیں۔ اسے حدیث منفرد بھی کہا جاتا ہے حدیث غریب کو فرد بھی کہتے ہیں پھر فرد کی دو قسمیں ہیں۔

فرد مطلق: یہ حدیث غریب ہے۔

فرد نسبی: یہ کہ صحابی سے تو متعدد تابعی روایت کریں، لیکن اس کے بعد راوی کہیں ایک ہی رہ جائے۔

فرد اور غریب دونوں ہم معنی لفظ ہیں، مگر محدثین عام طور پر فرد مطلق کو فرد اور فرد نسبی کو غریب کہتے ہیں، ان کے ہاں یہ بات عجیب ہے کہ زمانہ تابعین میں تو اس حدیث کو زیادہ راوی روایت کریں اور آگے کسی دور میں اس کا راوی ایک رہ جائے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی حدیث غریب ہونے کے باوجود صحیح بھی رہتی ہے، بشرطیکہ سند کا اتصال قائم ہو اور راوی کمزور نہ ہوں، سو کسی حدیث کا غریب ہونا اس کی صحت کے منافی نہیں ہے۔ حدیث غریب کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

غریب مطلق: جس حدیث کی اصل سند ہی میں غرابت ہو، وہ غریب مطلق کہلاتی ہے۔ یعنی وہ حدیث جسے صرف ایک صحابی روایت کر رہے ہوں۔

غریب نسبی: یہ وہ حدیث ہے جس کے آغاز میں نہیں، بلکہ درمیان میں غرابت پائی جاتی ہو اور صرف ایک راوی پایا جائے۔

حدیث عزیز:

علم حدیث کی اصطلاح میں عزیز اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے جملہ سند کے کسی بھی طبقہ میں سے کسی میں بھی دو سے کم راوی نہ ہوں۔ لغوی اعتبار سے اس کا مطلب ہے قلیل ہونا یا پھر قوی اور طاقتور ہونا۔ اسے یہ نام اس کے قلیل اور نادر ہونے کے باعث دیا گیا ہے۔ یہ ایسی حدیث ہے جو کسی اور سند کے باعث قوت پکڑتی ہے لیکن بذات خود یہ ایک ایسی روایت ہوتی ہے جس کے راوی کم ہوتے ہیں۔ یعنی طبقات سند میں سے کسی ایک طبقہ میں بھی دو سے کم راوی نہ ہوں، لیکن اگر کسی طبقہ میں تین یا اس سے زائد راوی پائے جائیں، تو بھی مضر نہیں، بشرطیکہ کسی ایک طبقہ میں کم از کم دو ضرور باقی رہ جائیں، اس لیے کہ طبقات سند میں کم از کم اعتبار ضرور ہوتا ہے۔

سوال: حدیث کی شرعی حیثیت اور اہمیت بیان کیجئے؟

جواب: **اہمیت حدیث:** اسلامی شریعت میں کسی بھی مسئلے کا حکم چار ماخذ سے معلوم کیا جاتا ہے، وہ چار یہ ہیں:

1۔ قرآن۔ 2۔ سنت۔ 3۔ اجماع۔ 4۔ قیاس۔

حدیث و سنت کو بنیادی ماخذ میں دوسرا درجہ حاصل ہے، پوری امت ایک بات پر متفق ہے کہ حدیث نبوی کی پیروی واجب ہے، اس کی خلاف ورزی حرام ہے، جس کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں پیغمبر دے اسے لے لو، اور جس سے تمہیں روکے، اسے چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

اہمیت حدیث: اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کو اس کائنات میں مبعوث کیا، تاکہ ان کی راہنمائی کی بدولت اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کیا جا سکے۔ انسان اپنے تئیں کتنی ہی کوشش اور محنت کیوں نہ کر لے، اسے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ زندگی گزارنے کے لیے اسی منہج کو اختیار نہ کرے، جس کی انبیاء علیہم السلام نے تعلیم دی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کی بعثت کا مقصد صرف اس کی اطاعت قرار دیا ہے۔ جس بھی بندے نے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو انسان آپ کی مخالفت کرے گا، اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی۔

حدیث قرآن کی تشریح: قرآن اور سنت رسول ﷺ کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کتاب کے سکھانے والے استاد ہیں، قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور رسول ﷺ اس کی تشریح کرنے والے ہیں۔ قرآن ایک آئین اور دستور ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کی صحیح تفریح اور تعبیر کرنے والے ہیں، قرآن کریم شریعت کے قواعد اور احکام کلیہ کا جامع ہے، اسی جامعیت نے اس کو ایک ابدی اور دائمی حیثیت عطا کی ہے، سنت نبوی ان قواعد کی وضاحت کرتی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے جس شخص نے سنت کا تفصیلی مطالعہ کیا وہ اس سے بہرہ مند ہو چکا ہے۔ قرآن کریم تمام شرعی دلائل کا مأخذ و منبع ہے۔ اجماع و قیاس کی حجیت کے لیے بھی اسی سے استدلال کیا جاتا ہے، اور اسی نے سنت نبویہ کو شریعت اسلامیہ کا دوسرا اہم ماخذ قرار دیا ہے، قرآن مجید کے ساتھ سنت نبویہ کو قبول کرنے کی تاکید و توثیق کے لیے قرآن مجید میں بے شمار قطعی دلائل موجود ہیں۔

حدیث وحی ہے:

قرآن کریم تمام شرعی دلائل کا سرچشمہ ہے، قرآن مجید نے سنت نبویہ کو شریعت اسلامیہ کا دوسرا ماخذ مقرر کیا ہے۔ قرآن مجید کے ساتھ سنت نبویہ کو قبول کرنے کی تاکید کے لیے قرآن مجید میں بے شمار قطعی دلائل موجود ہیں۔ امت مسلمہ کا اس بات پر ہمیشہ اتفاق اور اجماع رہا ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ حدیث و سنت بھی وحی کا درجہ رکھتی ہے اور رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی جو حدیث کی صورت میں موجود ہے۔

سوال: تدوین حدیث تحصیل سے بیان کیجئے؟

جواب: جنگ بدر کے بعد بہت سے مسلمانوں نے مدینہ میں لکھنا سیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد حدیث لکھنے کا سلسلہ جاری ہو گیا، اگرچہ اسلام سے پہلے عرب ان پڑھ قوم تھی، ان میں کسی قسم کا تعلیمی رواج نہیں تھا، لیکن ایمان اور اسلام کی برکت سے صحابہ رضی اللہ عنہم میں دلچسپی پیدا ہوئی، ان میں سے بہت سے لوگ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتے، اسے لکھ لیتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے دور مبارک میں احادیث کو حفظ کرنے اور جمع کرنے کا بہت شوق رکھتے تھے، ان کے اس جذبے کے سامنے آپ ﷺ کا یہ فرمان تھا کہ "اللہ تعالیٰ اس شخص کو سلامت رکھے جس نے میری حدیث کو یاد کیا اور اسے اسی انداز میں دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔

تدوین حدیث کا پہلا دور: جب ہم احادیث کے مجموعے پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں دو قسم کی احادیث ملتی ہیں، ایک وہ قسم ہے جس میں حضور ﷺ نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا۔ دوسرے قسم وہ ہے جس میں نہ صرف اجازت دی گئی تھی، بلکہ خود حضور ﷺ کے حکم سے تحریری احکام پائے جاتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ ہے کہ ابتدا میں حدیث لکھنے کی ممانعت کا حکم بہت سی حکمتوں کی وجہ سے تھا۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ لکھنے کا رواج عام نہیں تھا، اس لیے حدیث کو حفظ کرنے پر زور دیا گیا، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں اور ان کا حافظہ ضائع ہونے کے بجائے ترقی کر سکے۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی طرف زیادہ توجہ دیں، تاکہ وہ دلوں میں جگہ بنا لے، اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قرآن کریم کے لکھنے کے ساتھ ساتھ احادیث کے لکھنے کی ممانعت کی گئی، تاکہ دونوں آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں، البتہ مذکورہ بالا مصلحت کے مطابق یہ پابندی عام نہیں تھی، جب حالات سازگار ہوئے تو حضور ﷺ نے حدیث لکھنے کی اجازت دے دی، اس کی کچھ مثالیں موجود ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلے صرف احادیث حفظ کیں، لیکن بعد میں آپ نے اپنی روایت کردہ تمام احادیث کو تحریری طور میں محفوظ کیا۔ حضرت عمرو بن امیہؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حدیث پر کوئی بات ہوتی، تو اپ میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے اور حدیث کا مجموعہ دکھایا اور پھر کہا: یہ دیکھو میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔ بعد تابعین کے زمانے میں حدیث کے حفظ پر زیادہ توجہ دی گئی، اس لیے بہت سے لوگوں نے انفرادی کوششوں سے حدیث کے مسودے لکھنے شروع کر دیے یہ دور پہلی صدی ہجری کے آخر تک جاری رہا۔

تدوین حدیث کا دوسرا دور: حدیث کی تدوین کا دوسرا دور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور تھا۔ دوسرا دور اس وقت شروع ہوا جب 99 ہجری میں عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ مقرر کیا گیا، اس وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وفات پا چکے تھے، اعلیٰ درجے کے تابعین بھی جا چکے تھے، چنانچہ آپ نے حدیث کی حفاظت کی نیت سے تمام شہروں کے گورنروں کو احکام جاری کیے کہ وہ احادیث نبوی ﷺ کو تلاش کر کے جمع کریں اور یہ حکم بھی جاری کیا کہ احادیث کے ساتھ آثار خلفاء راشدین بھی جمع کیے جائیں، تاکہ احکام شریعت پر عمل کرنے کی مثالیں جمع ہوں۔

ان کے جاری کردہ احکام کے اچھے نتائج برآمد ہوئے اور جن لوگوں پر اس کا اثر ظاہر ہوا، ان میں مشہور عالم محمد بن مسلم شہاب زہری بھی ایک بزرگ تھے، انہوں نے دن رات محنت کر کے احادیث کی کتاب مرتب کی، جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف شہروں میں بھجوایا۔

تدوین حدیث کا تیسرا دور: تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کا ایک شعبہ مکمل ہوا، محدثین کرام حدیث کی تلاش کے عالم اسلام کے کونے کونے میں گئے اور بکھری ہوئی روایات کو اکٹھا کیا، صحیح حدیث کو الگ سے جمع کیا۔ اسماء الرجال، جرح اور تعدیل کا فن تشکیل پایا، اس دور میں حدیث کے فن میں صحاح ستہ جیسی بہت سی کتابیں تصنیف کی گئی، حدیث کی چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے، جو حدیث کی سب سے مستند کتابیں مانی جاتی ہیں، ان کے نام درج ذیل ہیں:

صحیح بخاری: امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ

صحیح مسلم: امام مسلمؒ بن حجاج بن مسلم قشیری

جامع ترمذی: امام ابو عیسیٰؒ محمد بن عیسیٰ ترمذی

سنن ابی داؤد: امام ابو داؤدؒ سلیمان بن اشعث سجستانی

سنن نسائی: امام ابو عبدالرحمٰنؒ احمد بن شعیب بن علی نسائی

سنن ابن ماجہ: امام ابو عبداللہؒ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیے؟

جواب: حدیث کے لغوی معنی "خبر اور گفتگو" کے ہیں، اصطلاح میں حضور ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں، حدیث کو دیگر غیر متلو، خبر، اثر اور سنت بھی کہا جاتا ہے۔

سوال: سنت کا مفہوم بیان کیجئے؟

جواب: "سنت" کے لغوی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں، اصطلاح میں حضور ﷺ کی زندگی گزارنے کے اختیار کردہ طریقے کو "سنت" کہا جاتا ہے، جس عمل کو نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اختیار کیا ہو، اسے سنت کہا جاتا ہے، قرآن کریم نے سنت کو اسوہ حسنہ کا نام دیا ہے۔

سوال: حدیث کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:اسلامی شریعت میں کسی بھی مسئلے کا حکم چار ماخذ سے معلوم کیا جاتا ہے،وہ چار یہ ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ۔ حدیث وسنت کو بنیادی ماخذ میں دوسرا درجہ حاصل ہے، پوری امت ایک بات پر متفق ہے کہ حدیث نبوی کی پیروی واجب ہے، اس کی خلاف ورزی حرام ہے۔

سوال :اصول اربع اور ان کے مصنفین کے نام تحریر کیجئے؟

جواب: اصول اربعہ کی کتابیں اور ان کے مصنفین کے نام درجہ ذیل ہیں:

الکافی:ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی

من لایحضرہ الفقہ:ابو جعفر محمد علی بن بابویہ قمی

الاستبصار:ابو جعفر محمد بن حسن طوسی

تہذیب الاحکام:ابو جعفر محمد بن حسن طوسی

سوال :صحاح ستہ اور ان کے مصنفین کے نام تحریر کیجئے؟

جواب: صحاح ستہ اور ان کے مصنفین کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ صحیح بخاری :امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ

2۔ صحیح مسلم :امام مسلمؒ بن حجاج بن مسلم قشیری

3۔ جامع ترمذی :امام ابو عیسیٰؒ محمد بن عیسی ترمذی

4۔ سنن ابی داؤد:امام ابو داؤدؒ سلیمان بن اشعث سجستانی

5۔ سنن نسائی :امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی نسائی

6۔ سنن ابن ماجہ:امام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی

منتخب احادیث کا ترجمہ وتشریح

حدیث نمبر 1 تا 20

حدیث نمبر 1۔إنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وإنَّمَا لامْرِئٍ مَا نَوَى۔

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں قول، فعل، ظاہری اور باطنی حالات میں سچی نیت کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے، نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اس حدیث کے مطابق اللہ تعالی کی طرف سے ہر شخص کو اجر وثواب اس کی نیت کے مطابق ملے گا، کوئی بھی عمل اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، وہ اللہ کے ہاں مقبول ہے۔

حدیث نمبر2۔إنَّمَا بُعِثْتُ لأتَمِّمَ حُسْنَ الأخْلاقِ

ترجمہ: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا تھا۔

THE PROFESSORS ACADEMY

تشریح:اس حدیث میں حسن اخلاق کی فضیلت واہمیت کو بیان کیا گیا ہے، اسلام میں حسن اخلاق کی بہت اہمیت ہے، حضور ﷺ کے بھیجنے کا ایک مقصد امت کو اچھے اخلاق سکھانا بھی تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں لوگوں کو اعلی اخلاق سے آراستہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں، تاکہ انہیں بہترین اخلاق کا مالک بنادوں، جنہیں وہ بھول گئے ہیں، جیسے بہادری، مہمان نوازی، سچ بولنا، مظلوم کی مدد اور پناہ دینا وغیرہ۔

حدیث نمبر3۔لا یُؤمِنُ أحَدُکُم حتّی یکون هواهُ تبعًا لما جئتُ به

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔

تشریح: اس حدیث میں ایمان کی سعادت اور اس کی برکات کو حضور ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کیے بغیر، کامل مومن نہیں ہو سکتا، کامل مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں حضور ﷺ کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔

حدیث نمبر4۔لا یؤمنُ أحدُکُم حتی یحبَّ لأخیه ما یحبُّ لنفسه

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

تشریح:اس حدیث میں اخوت اسلامی اور آپس کے تعلق اور سلوک کے بارے میں ہدایت دی گئی ہے، قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کے مطابق تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں، اس لیے کوئی بھی شخص، اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ اپنے دوسرے مومن بھائی کے بارے میں بھی وہی خیالات اور فکر نہ رکھے ،جیسا کہ اپنے بارے میں رکھتا ہے، جس نیکی اور بھلائی کا وہ اپنے آپ کو حقدار سمجھتا ہے، دوسرے مومن بھائی کو بھی اس کا حقدار سمجھے، جس قدر اسے خود برائی اور نقصان سے بچنے کی ضرورت ہے، دوسرے مومن بھائی کو بھی اس کا ضرورت مند سمجھے، یہ اسلام کا ایک اہم اصول ہے جو ہمدردی خیر خواہی اور باہمی محبت کا سرچشمہ ہے۔

حدیث نمبر5۔المسلمُ أخو المسلمِ: لا یَظلِمُه ولا یُسْلِمُه، کلُّ المسلمِ علی المسلمِ حرامٌ: عِرضُه ومالُه ودمه، التقوی هاهنا، بحسبِ امرئٍ من الشرِّ أن یَحْقِرَ أخاه المسلمَ

ترجمہ:مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس کے ساتھ خیانت نہیں کرتا نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اس کی تذلیل کرتا ہے، ایک مسلمان کے پاس جو کچھ ہے، وہ دوسرے مسلمان کے لیے مقدس ہے، اس کی عزت، اس کا مال، اس کا خون حرام ہے اور تقویٰ یہاں (دل) میں ہوتا ہے، انسان کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

تشریح:اس حدیث میں ایک دوسرے سے بغض، عداوت، نفرت، حسد کی ندبد گمانی اور بدکلامی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، جس طرح سگے بھائی ایک دوسرے کے لیے تعاون اور محبت کا ذریعہ ہوتے ہیں، اسی طرح ہر مسلمان کو اپنے دینی بھائی کے لیے بھی ہونا چاہیے، کسی معاملے میں اسے دھوکہ نہ دیا جائے، اس کا کوئی حق نہ مارا جائے اور نہ اسے بے یارو مددگار چھوڑا جائے، کیونکہ کسی مسلمان کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کرنا، بغیر اجازت کسی کا مال لینا، کسی کی قتل کرنے کی سازش کرنا، ناجائز اور حرام ہے، ایسے کاموں سے اللہ تعالی کا خوف دل میں ہونا چاہیے۔

انسان کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان کو رنگ، نسل، علم، عقیدے، کردار اور سمجھ کے اعتبار سے حقیر سمجھے اور اس کی توہین کرے، لوگوں کے سامنے اسے ذلیل کرے۔

حدیث نمبر6۔مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ

ترجمہ:جو میانہ روی اختیار کریگا، وہ کبھی محتاج نہیں ہو گا۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں میانہ روی کے بارے میں تاکید کی گئی ہے، انسان کو معاشی زندگی کا راز بتایا گیا ہے کہ جو شخص معاشی پریشانیوں سے بچنا چاہے ،اسے چاہیے کہ اپنے اخراجات کو اعتدال میں رکھے، اپنی آمدنی کو اس طرح استعمال کرے کہ اس کے اخراجات پورے ہوں، خرچے میں نہ وہ بخل کرے، نہ اسراف، اس لیے فرمایا کہ جو شخص میانہ روی کی زندگی بسر کرے گا وہ کبھی محتاج نہیں ہو گا۔

حدیث نمبر7۔مَنْ یُرِدِ اللهُ بِهِ خَیْرًا یُفَقِّهْهُ فِي الدِّینِ

ترجمہ: اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے، اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔

THE PROFESSORS ACADEMY

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں علم اور حکمت کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، اللہ تعالی جس بندے کے ساتھ خیر خواہی اور اچھائی کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں ،اسے دین کو سمجھنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے اپنے آپ کو علم وحکمت اور نیکی کا تقسیم کرنے والا فرمایا ہے، اور بتایا کہ اللہ تعالی حکمت وعلم اور ہر قسم کی بھلائی عطا کرتا ہے اور میں اسے لوگوں میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

حدیث نمبر8۔من أحیا سُنّتي فقد أحیني ، ومن أحیني کان معي في الجنة۔

ترجمہ: جس نے میری سنت پر عمل کیا، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

تشریح:اس حدیث میں سنت کو زندہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک اور حدیث کے مطابق فساد زمانہ کے وقت جو شخص میری سنت پر عمل کرتے ہوئے اسے زندہ کرے گا، اس کے لیے سو شہیدوں کے برابر اجر کا وعدہ کیا گیا ہے، سنت کو زندہ کرنا حضور ﷺ کی محبت اور جنت میں آپ ﷺ کی قربت کا سبب ہے، اپنی روزمرہ کی زندگی میں مسواک کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا، والدین کی خدمت کرنا، مظلوموں کی مدد کرنا، نیکی کی تاکید کرنا اور برائی سے روکنا وغیرہ جیسے سنتوں کو اپنانے سے انسان اجر وثواب حاصل کرنے کے ساتھ سنت کو زندہ رکھنے والا بھی بن سکتا ہے۔

حدیث نمبر9۔لیس الشدید بالصُّرعة، إنما الشدید الذي یملك نفسه عند الغضب

ترجمہ: بہادری دوسرے کو پچھاڑنے میں نہیں، بلکہ اصل بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

تشریح:اس حدیث میں ضبط نفس اور درگزر کی ترغیب دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان کا حقیقی دشمن اور مدمقابل اس کی خواہش نفس ہے، جو غصے کے دوران انسان کو بے قابو کر دیتی ہے، ایسی حالت میں جو انسان اپنی خواہشات کو قابو میں رکھتا ہے، اسے حدیث میں پہلوان قرار دیا گیا ہے، کیونکہ دنیاکی پہلوانی کا فائدہ عارضی ہے، جبکہ اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کا فائدہ، دنیا وآخرت دونوں میں ملے گا، اس لیے غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اور غصے کے بجائے درگزر اور معافی کو ترجیح دینی چاہیے۔

حدیث نمبر10۔مَنْ أحَبَّ أن یُبْسَطَ له في رزقه ، وان یُنْسأ له في أثره ، فلیَصِل رَحِمَه

ترجمہ:جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی روزی کشادہ ہو، اور اس کی پیروی کی جائے، تو اسے چاہیے کہ وہ رشتہ داریاں قائم رکھے۔

تشریح: اس حدیث میں صلہ رحمی کے چند دنیاوی فائدے اور برکتیں بیان کی گئی ہیں: انسان ہمیشہ سے دو چیزوں کا حریص رہا ہے، ایک دولت، دوسری عمر، اس حدیث مبارکہ میں ان دونوں چیزوں کے لیے ایک نسخہ بتایا گیا ہے، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ہے، جو اسلام میں سب سے اہم عبادت ہے اور جس کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے، صلہ رحمی کا مطلب ہے کہ اپنے رشتہ داروں کی مدد اور ہمدردی، خوشی وغمی میں ان کے ساتھ شریک رہنا، ضرورت کے وقت ان کی خبر گیری کرنا، مدد کرنا اور آپس میں تعلق برقرار رکھنے کے لیے دعا سلام کرنا وغیرہ۔

حدیث نمبر11۔انصُرْ أخاك ظالمًا أو مظلومًا، فقال رجل: یا رسول الله، أنصُرُه إذا کان مظلومًا، أرأیت إن کان ظالمًا کیف أنصُرُه؟ قال: «تحجُزُه -أو تمنعُه- من الظلم فإنّ ذلك نصرُهُ

ترجمہ: اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ، اگر کوئی مظلوم ہے تو اس کی مدد کروں گا، لیکن اگر وہ ظالم ہے تو میں اس کی مدد کیسے کروں؟ آپ نے فرمایا: "تم اسے ظلم اور ناانصافی سے روکو، یہ اس کی مدد کرنا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمان چاہے مظلوم ہو یا ظالم، اس کی مدد کی جائے، مظلوم کی مدد اسے ظلم سے بچانا ہے اور ظالم کی مدد اسے ظلم سے روکنا ہے، کیونکہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں ہر کسی کو اس کے ظلم کی سزا ضرور ملے گی، اس اصول پر عمل کرنے سے ہمارا معاشرہ ظلم سے پاک ہو جائے گا۔

حدیث نمبر12۔لا تدخلوا الجنة حتی تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتی تحابوا، أوَلا أدلکم علی شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بینکم

ترجمہ: تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو گے، جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ، اور تم اس وقت تک ایمان نہیں لاؤ گے، جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز کی رہنمائی نہ کروں کہ اگر تم اسے کرو گے، تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

تشریح:اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ سلام کرنا، ایمانی برکتیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، سلام کرنا، اسلام کی نشانیوں میں سے اور ایک سنت عمل ہے، جبکہ اس کا جواب دینا واجب ہے، اس حدیث میں سلام کو عام کرنے اور معاشرے میں اس کا رواج دینے کو محبت اور الفت کا سبب قرار دیا گیا ہے، سلام کو عام کرنا ایسی عبادت ہے، جس سے ہمارا ایمان مضبوط ہو گا، ہم میں ایک دوسرے سے محبت بڑھے گی اور پھر ہم جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔

THE PROFESSORS ACADEMY

حدیث نمبر13۔عن سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قلتُ: یا رسولَ اللهِ، قُلْ لي في الإسلامِ قَوْلًا لا أسْأَلُ عنه أحَدًا بَعْدَكَ قالَ: قُلْ: آمَنْتُ باللهِ، ثم اسْتَقِمْ

ترجمہ:سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہماسے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیں کہ میں آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہو: میں اللہ پر ایمان لا چکا ہوں، پھر اسی پر قائم رہو۔

تشریح: اس حدیث میں ایمان اور اسلام کی ایک خاص بات بیان کی گئی ہے، اللہ تعالی کی ذات پر ایمان لانا، اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، اللہ تعالی پر ایمان لانے کے بعد، موت تک اس پر قائم رہنے ہی میں کامیابی ہے، ایسے لوگوں کو قرآن مجید نے فرشتوں کے ذریعے بلاخوف زندگی گزارنے اور ایسے باغات کے حقدار ہونے کی خوشخبری دی ہے، جہاں ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق ان کا استقبال کیا جائے گا۔

حدیث نمبر14۔ما أکل أحد طعامًا قط خیرا من أن یأکل من عمل یده، وإن نبي الله داود صلی الله علیه وسلم کان یأکل من عمل یده

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی اس سے بہتر کھانا نہیں کھاتا، جو وہ اپنے ہاتھ سے کماتا ہے، اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھاتے تھے۔

تشریح:اس حدیث پاک میں اپنے ہاتھ کی محنت کی کمائی کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ہر شخص اپنے گزر بسر کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے، لیکن اچھا اور بابرکت کھانا وہ ہے، جو انسان اپنی محنت سے کما کر حاصل کرتا ہے، جس میں ہاتھ کی ہنر مندی یا ذہنی صلاحیت کا استعمال بھی شامل ہے، جسے عام محاورے میں محنت کی کمائی کہا جاتا ہے ،انسان اس سے بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرتا ہے، اپنی کمائی کی محنت سے کھانا بھی انبیاء کی سنت ہے۔

حدیث نمبر15۔من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة في أن یدع طعامه وشرابه

ترجمہ:جو شخص (روزے کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، اللہ تعالی کو اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تشریح:اس حدیث میں روزے کی حالت میں گناہوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، روزے کا اصل مقصد گناہوں سے بچنا اور تقویٰ اختیار کرنا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص دن بھر کھانے پینے سے پرہیز کرتا رہے، لیکن جھوٹ، چغل خوری، غیبت، بہتان، کلام لغو اور فضول باتوں سے باز نہ آئے، تو اسے سوائے بھوکا رہنے کے اور کسی چیز کا فائدہ نہیں ہو گا اور اس کے روزے کا ثواب بھی نہیں ملے گا۔

حدیث نمبر16۔الدین النصیحة قلنا: لمن یا رسول الله؟ قال: لله ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم

ترجمہ: دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے پوچھا اللہ کے رسول ﷺ! خیر خواہی کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے حکمران کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں حقوق کی ادائیگی، واعظ ونصیحت اور ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے جیسے نیک اعمال کی ترغیب دی گئی ہے، اللہ تعالی کی ذات پر کامل ایمان لانا، اللہ کی نازل کردہ کتابوں کو ماننا، اس کے بھیجے ہوئے انبیاء پر ایمان لانا، ان کی اطاعت کرنا، مسلمان حاکم اور عادل امام کی اطاعت کرنا اور تمام انسانوں کے حقوق ادا کرنا، یہ تمام چیزیں خیر خواہی میں شمار کی جاتی ہیں، اسی طرح ذمہ داریاں ادا کرنے سے انسان اپنی اور تمام انسانوں کے لیے خیر خواہی کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر17۔لا یدخل الجنة جبّاسٌ، ولامنان ، ولابخیل

ترجمہ: دھوکے باز، احسان جتلانے والا اور کنجوس جنت میں نہیں جائیں گے۔

تشریح:اس حدیث میں دھوکہ بازی، نیکی کرنے کے بعد احسان جتلانے اور بخل کی مذمت کی گئی ہے، ایسے لوگوں کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے، معاملات میں دھوکہ دینا، اپنی فطرت میں سخاوت کے بجائے بخل کرنا، کسی کے ساتھ بھلائی کرنے کے بعد لوگوں کے سامنے احسان جتا کر اس کو حقیر سمجھنا ،غیر اخلاقی کام ہیں، جس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دیتا۔

حدیث نمبر18۔أطْعِمُوا الجَائِعَ وعُودُوا المَرِیضَ، وفُکُّوا العَانِيَ

ترجمہ:بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی مزاج پرسی کرو اور قیدی کو (کافروں کی) قید سے آزاد کراؤ۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کی ضروریات زندگی میں آسانی پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے، بھوکے کو کھانا کھلانا بہترین صدقہ کا ہے، جس میں ہر قسم کے جانور، پرندے اور کیڑے شامل ہیں ، لیکن اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے

THE PROFESSORS ACADEMY

انسان کی خدمت کرنا بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک بیمار کی، بیمار پرسی کرنا ہے، جس کا حکم حدیث پاک میں ہے، اس طرح وہ لوگ جو غربت یا قرض کی وجہ سے بے یار ومددگار ہو چکے ہیں یا فردوں اور مشرکوں کی قید میں ہیں، ان کو آزاد کرانا، یہ بھی ایک اچھا عمل ہے، اس حدیث میں ان تین باتوں کی خصوصی طور پر نشاندہی کی گئی ہے کہ اپنے معاشرے میں بھوک کی وجہ سے مجبور لوگوں کو کھانا کھلائیں، انہیں کپڑے پہنائیں، بیماروں کی دیکھ بھال کریں اور انہیں جینے کا حوصلہ دیں، یہ تمام اچھے اعمال مومن ہونے کی علامت ہے۔

حدیث نمبر19۔ إن من إجلال الله: إكرام ذي الشيبة المسلم

ترجمہ: اللہ تعالی کی عظمت بیان کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا احترام کیا جائے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں ہر بوڑھے اور کمزور مسلمان کے ساتھ شائستگی اور ادب واحترام سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے، دراز عمر اور بوڑھے افراد معاشرے اور خاندان کے لیے اپنی خدمات انجام دینے کے بعد اس درجے کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک، مناسب گفتگو، شائستہ لہجہ اور حسن سلوک سے پیش آنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، خاص طور پر جب وہ بوڑھے والدین ہوں، اس حدیث میں ایسے بزرگوں کی تعظیم کو اللہ تعالی کی تعظیم کہا گیا ہے۔

حدیث نمبر20 مَنْ صَمَتَ نَجَا

ترجمہ: جس نے خاموشی اختیار کی وہ کامیاب ہو گیا۔

تشریح: اس حدیث میں خاموش رہنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے انسان کو چاہیے اچھی باتوں کو عام کرے، کیونکہ تلاوت، ذکر واذکار، ہدایت کی باتیں، حکمت ودانائی، حق وصداقت یا خیر خواہی کی بات، افضل عبادت شمار ہوتی ہے، بری گفتگو اور فضول باتوں سے پرہیز اور خاموشی اختیار کرنا ایمان کی سلامتی کی علامت ہے، کیونکہ جو شخص برائی کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کرے گا وہی کامیاب انسان کہلائے گا۔

احادیث مبارکہ کے سوال جواب

سوال: **اعمال کا دارومدار نیت پر ہے کی تشریح کیجئے۔**

جواب: اسلام میں قول، فعل، ظاہری اور باطنی حالات میں سچی نیت کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے، نیت دل کے ارادے کا نام ہے، حدیث کے مطابق اللہ تعالی کی طرف سے ہر شخص کو اجر وثواب اس کی نیت کے مطابق ملے گا، کوئی بھی عمل اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، اللہ کے ہاں مقبول ہے۔

سوال: کامل مومن ہونے کے لیے کون سے کام ضروری ہیں؟

جواب: حضور ﷺ سے عمل محبت اور عقیدت کے بغیر کوئی بھی شخص مومن نہیں ہو سکتا، اسی طرح کوئی بھی شخص آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کیے بغیر کامل مومن نہیں بن سکتا، کامل مومن بننے کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں حضور ﷺ کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔

سوال: مسلمان سے مسلمان کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: دین اسلام ہمیں ایک دوسرے سے بغض، عداوت، نفرت، حسد، کینہ، بدگمانی اور بدکلامی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے، جس طرح سگے بھائی ایک دوسرے کے لیے تعاون اور محبت کا ذریعہ ہوتے ہیں، اسی طرح ہر مسلمان کو اپنے دینی بھائی کے لیے بھی ہونا چاہیے، کسی معاملے میں اسے دھوکہ نہ دیا جائے، اس کا کوئی حق نہ مارا جائے اور اسے بے یار ومددگار نہ چھوڑا جائے، کیونکہ کسی مسلمان کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کرنا، بغیر اجازت کسی کا مال لینا، کسی کی کو قتل کرنے کی سازش کرنا، ناجائز اور حرام ہے۔

سوال: میانہ روی کا کیا مطلب ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں؟

THE PROFESSORS ACADEMY

جواب: میانہ روی کا مطلب ہے، اعتدال پسندی یعنی درمیانہ راستہ۔ میانہ روی کے ذریعہ انسان کو معاشی زندگی کا راز بتایا گیا ہے کہ جو شخص معاشی پریشانیوں سے بچنا چاہے ،اسے چاہیے کہ اپنے اخراجات کو اعتدال میں رکھے، اپنی آمدنی کو اس طرح استعمال کرے کہ اس کے اخراجات پورے ہوں، خرچے میں نہ وہ بخل کرے، نہ اسراف ،اس لیے فرمایا کہ جو شخص میانہ روی کی زندگی بسر کرے گا وہ کبھی محتاج نہیں ہو گا۔

سوال: دین کی سمجھ سے کیا مراد ہے؟

جواب: دین کی سمجھ سے مراد دین کی پختگی یعنی فرائض وعبادات کا پابند ہونا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کرنا اور ہر عمل میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرنا ہے۔

سوال: صلہ رحمی کا مطلب اور فوائد بتائیے؟

جواب: حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے صلہ رحمی کے چند دنیاوی فائدے اور برکتیں بیان کی ہیں: انسان ہمیشہ سے دو چیزوں کا حریص رہا ہے، ایک دولت، دوسری عمر، اس حدیث مبارکہ میں ان دونوں چیزوں کے لیے ایک نسخہ بتایا گیا ہے، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ہے، جو اسلام میں سب سے اہم عبادت ہے اس کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے، صلہ رحمی کا مطلب ہے کہ اپنے رشتہ داروں کی مدد اور ہمدردی، خوشی وغمی میں ان کے ساتھ شریک رہنا، ضرورت کے وقت ان کی خبر گیری کرنا، مدد کرنا اور آپس میں تعلق برقرار رکھنے کے لیے دعا سلام کرنا وغیرہ۔

سوال: حدیث کی روشنی میں ظالم اور مظلوم کی مدد کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: حضور ﷺ کا فرمان ہے مسلمان چاہے مظلوم ہو یا ظالم، اس کی مدد کی جائے، مظلوم کی مدد اسے ظلم سے بچانا ہے اور ظالم کی مدد اسے ظلم سے روکنا ہے، کیونکہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں ہر کسی کو اس کے ظلم کی سزا ضرور ملے گی، اس اصول پر عمل کرنے سے ہمارا معاشرہ ظلم سے پاک ہو جائے گا۔

سوال: سلام کرنا کیوں اہم ہے اور اس کا سبب بتائیے؟

جواب: حدیث پاک کے مطابق سلام کرنا، ایمانی برکتیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، سلام کرنا، مسلمان ہونے کی اور جنتیوں کی نشانیوں میں سے اور ایک سنت عمل ہے ، جبکہ اس کا جواب دینا واجب ہے، حدیث میں سلام کو عام کرنے اور معاشرے میں اس کا رواج دینے کو محبت اور الفت کا سبب قرار دیا گیا ہے، سلام کو عام کرنا ایسی عبادت ہے، جس سے ہمارا ایمان مضبوط ہو گا، آپس میں ایک دوسرے سے محبت بڑھے گی۔

سوال: محنت مزدوری اور ہاتھ کے ہنر کی کتنی فضیلت ہے؟

جواب: ہر شخص اپنے گزر بسر کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے، لیکن اچھا اور بابرکت کھانا وہ ہے، جو انسان اپنی محنت سے کما کر حاصل کرتا ہے، جس میں ہاتھ کی ہنرمندی یا ذہنی صلاحیت کا استعمال بھی شامل ہے، جسے عام محاورے میں محنت کی کمائی کہا جاتا ہے، انسان اسے بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرتا ہے اپنی کمائی کی محنت سے کھانا بھی انبیاء کی سنت ہے۔

سوال: آپ کی نظر میں دوسروں کی مدد کرنے کے کیا کیا طریقے ہیں؟

جواب: بھوکے کو کھانا کھلانا بہترین صدقہ کا ہے، جس میں ہر قسم کے جانور، پرندے اور کیڑے شامل ہیں، لیکن اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے انسان کی خدمت کرنا بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک بیمار کی، بیمار پرسی کرنا ہے جس کا حکم حدیث پاک میں ہے، اس طرح وہ لوگ جو غربت یا قرض کی وجہ سے بے مددگار ہو چکے ہیں، یا کافروں اور مشرکوں کی قید میں ہیں، ان کو آزاد کرانا، یہ بھی ایک اچھا عمل ہے، حدیث میں ان تین باتوں کی خصوصی طور پر نشاندہی کی گئی ہے کہ اپنے معاشرے میں بھوک کی وجہ سے مجبور لوگوں کو کھانا کھلائیں، انہیں کپڑے پہنائیں، بیماروں کی دیکھ بھال کریں اور انہیں جینے کا حوصلہ دیں، ان تمام باتوں کے ذریعہ ہم لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں، یہ اعمال ایک اچھے مومن ہونے کی علامت ہے۔

سوال: معاشرے میں بزرگوں کی عزت کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟ آپ کی نظر میں ان کا حل کیا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ کی رو سے ہر بوڑھے اور کمزور مسلمان کے ساتھ شائستگی اور ادب واحترام سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے، دراز عمر اور بوڑھے افراد معاشرے اور خاندان کے لیے اپنی خدمات انجام دینے کے بعد اس درجے کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک، مناسب گفتگو، شائستہ لہجہ اور حسن سلوک

THE PROFESSORS ACADEMY

سے پیش آنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، خاص طور پر جب وہ بوڑھے والدین ہوں، آپ ﷺ کے ارشادات کی رو سے بزرگوں کی تعظیم کو اللہ تعالی کی عظمت وتعظیم قرار دیا گیا ہے۔

سوال: خاموشی کے فوائد بیان کیجئے۔

جواب: انسان کو چاہیے کہ اچھی باتوں کو عام کرے، کیونکہ تلاوت، ذکر واذکار، ہدایت کی باتیں، حکمت ودانائی، حق وصداقت یا خیر خواہی کی بات، افضل عبادت شمار ہوتی ہے، بری گفتگو اور فضول باتوں سے پرہیز اور خاموشی اختیار کرنا ایمان کی سلامتی کی علامت ہے، کیونکہ جو شخص برائی کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کرے گا وہی کامیاب انسان کہلائے گا۔

باب سوم: موضوعاتی مطالعہ (ایمانیات)

عقیدہ توحید (01)

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: عقیدہ توحید کو دلائل سے ثابت کیجئے۔

جواب: توحید کا لفظ واحد سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی ہیں "ایک ماننا، یکتا جاننا"۔

شریعت کی اصطلاح میں توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات یا صفات میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا، بلکہ خدائے تعالی واحد کو اپنی ذات اور صفات میں یکتا جاننا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ ترجمہ: کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔

2۔قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ

موسیٰ نے فرمایا: (وہ) خالق آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن (ساری کائنات) کا رب ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

3۔يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو (بھی) جو تم سے پیشتر تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔" (سورۃ البقرۃ آیت نمبر:21)"

حدیث قدسی میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں:مَنْ عَزَّنِي وَكَبَّرَنِي وَعَظَّمَنِي أَخْرَجَ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: مجھے میری عزت وکبریائی اور عظمت کی قسم جس نے لاالہ الا اللہ کہا میں اس کو دوزخ سے ضرور نکالوں گا۔(ترمذی)

توحید کی اقسام:

توحید کی تین قسمیں ہیں:

1۔ذات میں توحید۔ 2۔صفات میں توحید۔3۔عبادت میں، صفات کے تقاضوں میں توحید

توحید کے دلائل:

قرآن مجید: توحید کے حوالے سے قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (سورۃ الانبیاء آیت نمبر22)

ترجمہ: اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا کئی خدا ہوتے تو ان کا نظام تباہ وبرباد ہو چکا ہوتا۔

حدیث نبوی ﷺ: اعلان نبوت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مکہ والوں کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی، آپ ﷺ نے اہل مکہ کو کوہ صفا پر جمع کیا اور فرمایا: کہ اے انسانوں "لا الہ الا اللہ" کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔

THE PROFESSORS ACADEMY

سائنس: سائنسی تحقیق کے مطابق زمین اپنے محور پر تقریباً 16 کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے گھومتی ہے۔ اس طرح زمین سے تقریباً 156 ملین کلومیٹر دور ہے۔ سورج ،چاند، ستارے، سیارے اور زمین اپنے اپنے خاص طرح ترتیب اور مقرر وقت پر گھومتے ہیں، صدیاں گزرنے کے باوجود ان کے درمیان ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آیا، اس طرح کے نظم وضبط سے چلتے ہوئے اس نظام سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ذات اس کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔

عقل: تم اللہ رب العزت کی کائنات میں غور وفکر کرتے ہیں، تو ہمیں خدا کی واحدانیت پر بہت سی فطری دلیلیں ملتی ہیں، مثلاً صحرا میں اونٹ کے قدموں کا نشانات بتاتے ہیں کہ یہاں سے کوئی اونٹ گزرا ہے، انسانی قدموں کے نشانات بتاتے ہیں کہ کوئی انسان گزرا ہے، اسی طرح چاند، سورج، ستارے، رات اور دن کا چکر، پہاڑ، میدان، جنگل، دریا، سمندر، ہوائیں، بادل، بارش، بدلتے موسم، انسان، حیوانات، دیگر جاندار اور ان کا ترتیب نظام بتاتا ہے کہ کوئی طاقتور ہستی ہے جو اس پورے نظام کو بخوبی چلاتی ہے، وہ طاقت ولی ہستی صرف اللہ تبارک وتعالی ہیں۔

عقیدہ توحید سے انسان میں اللہ تعالی کی محبت، تقوی، خوف خدا اور احساس ذمہ داری، وسیع نظری، استقامت، صبر، اللہ پر توکل جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں اور وہ ہر قسم کی ناامیدی اور ناشکری سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

سوال: شرک کا مفہوم اور اس کی اقسام بیان کریں۔

جواب: شرک کے لفظی معنی "حصہ داری یا ساجھے پن" کے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں شرک سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات وصفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی اور کو اس کا حصہ دار سمجھا جائے۔ شرک ایک عظیم گناہ ہے حضور اکرم ﷺ نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، بے شمار قرآنی آیات نے بھی اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ترجمہ: شرک بہت بڑا ظلم ہیں۔(سورہ لقمان13)

شرک کی اقسام

شرک کی تین قسمیں ہیں:

1۔ذات میں شرک ۔2۔صفات میں شرک۔3۔عبادت میں / صفات کے تقاضوں میں شرک

ذات میں شرک: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات میں کسی کو کسی بھی شکل وصورت میں اللہ کی طرح سمجھ کر اس کے برابر ماننا، اس کے مشابہ قرار دینا، یا کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا، کسی کو اس کی اولاد سمجھنا یا ایک سے زیادہ یعنی دو یا تین یا زیادہ معبودوں کو خدا تسلیم کرنا، شرک فی الذات شمار کیا جاتا ہے۔

صفات میں شرک: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور میں اللہ تعالی کی صفات سے تلاش کرنا، یا یہ ماننا ہے کہ دوسرے اس کے علم، قدرت، ارادے یا کسی اور صفت میں اس کے مشابہ اور اس کی مثل ہیں، جیسے قدیر، سمیع، بصیر، رزاق، وہاب، قادر، خالق یا اللہ تعالی کو کسی کے ساتھ تشبیہ دے کر یہ کہنا کہ فلاں شخص کے پاس اللہ تعالی کی طرح طاقت، قدرت اور علم ہے، تو یہ شرک فی الصفات ہے۔ یہ تمام صفات حقیقی طور پر اللہ تعالی کی ہیں اور وہی اکیلا ان کا مالک ہے۔

صفات کے تقاضوں میں شرک: اللہ تعالی کی ہر خوبی میں اس کی صفت اور خصوصیت ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ صفت صرف اللہ تعالی کی طرف منسوب کی جائے اور بندے کو صرف اللہ تعالی ہی سے اس صفت کا طلبگار ہونا چاہیے، معبود ہونے کے ناطے اس کی عبادت کرنی چاہیے، رازق ہونے کے ناطے اسی سے رزق طلب کرنا چاہیے، ناصر ہونے کے ناطے اسی سے مدد مانگنی چاہیے، وہاب ہونے کے ناطے اسی سے ہر قسم کی حاجتیں مانگنی چاہیے، اگر اس کی ان صفات میں کسی بھی اور کو شامل کیا جائے تو اسے شرک سمجھا جائے گا، اس لیے یہ تمام صفات اور اس کے تقاضے اللہ تعالی ہی کی طرف منسوب ہونے چاہیے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: وجود باری تعالی کی وضاحت کیجئے۔

جواب: اللہ تعالی پوری کائنات کا خالق اور مالک ہے، وہ پوری کائنات کو رزق اور روزی دینے والا ہے، موت، زندگی، بیماری، صحت، نفع اور نقصان سب اس کے ہاتھ میں ہے، ساری کائنات اس کی محتاج ہے، لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

سوال: توحید کی اقسام مختصراً بیان کیجئے؟

THE PROFESSORS ACADEMY

جواب: توحید کا لفظ واحد سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی ہیں "ایک ماننا، یکتا جاننا"۔

شریعت کی اصطلاح میں توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات یا صفات میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا، بلکہ خدائے تعالی واحد کو اپنی ذات اور صفات میں یکتا جاننا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ ترجمہ: کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔

حدیث قدسی میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالی فرماتے ہیں: نوعِزّتِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي لَأُخْرِجَنَّ مِمَّا مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: مجھے میری عزت و کبریائی اور عظمت کی قسم، جس نے لاالہ الا اللہ کہا، میں اس کو دوزخ سے ضرور نکالوں گا۔(ترمذی)

توحید کی اقسام:

توحید کی تین قسمیں ہیں:

1۔ذات میں توحید۔ 2۔صفات میں توحید۔3۔عبادت میں صفات کے تقاضوں میں توحید۔

سوال: انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات میں سے کسی بھی تین اثرات کی وضاحت کیجیے؟

جواب: عقیدہ توحید کے تین اثرات درج ذیل ہیں:

جذبہ خودداری: عقیدہ توحید کا حامل شخص خوددار ہوتا ہے، وہ جانتا ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کی قدرت سے ممکن ہے، اس لیے وہ اپنی تمام ضروریات کے لیے اللہ تعالی ہی کے دربار سے رجوع کرتا ہے، وہ غیروں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے محفوظ رہتا ہے اور جب بھی اس کو ضرورت پڑتی ہے صرف اللہ تعالی کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے۔

وسعت نظری: تنگ نظری انسان کا فطری حصہ ہے، لیکن عقیدہ توحید پر یقین رکھنے والا شخص کیونکہ اللہ کی کائنات میں غور و فکر کرتا ہے، کائنات کی کشادگی کا مشاہدہ کرتا ہے، جس سے اس کی تنگ نظری، وسعت نظری میں تبدیل ہو جاتی ہے، عقیدت توحید کا حامل شخص وسیع النظر اور دقیق القلب ہوتا ہے۔

تہذیب نفس: انسانی نفس ہر حال میں پاکی کا محتاج ہے، عقیدہ توحید انسانی نفوس میں سے غیر اللہ کے اثرات کو ختم کر کے انسان کی تہذیب میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

عقیدہ رسالت(02)

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: رسالت والے منصب کی خصوصیات کیا ہیں واضح کریں؟

جواب: رسالت کا مطلب ہے "پیغام پہنچانا" اسلام میں رسالت کا مطلب ہے، اللہ تعالی کی طرف سے اپنے خاص بندوں میں سے کسی ایک کو امت تک پیغام پہنچانے کے لیے منتخب کرنا، جس کو اللہ تعالی اپنے پیغام پہنچانے کے لیے چنتا ہے اسے "رسول اور پیغمبر" کہا جاتا ہے۔

نبوت "نبا" سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی "خبر دینے" کے ہیں اور خبر دینے والے کو "نبی" کہا جاتا ہے۔

عقیدت توحید کے بعد عقیدت رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے، یعنی حضرت آدمؑ سے لے کر آخری نبی حضرت محمد ﷺ تک اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء علیہم السلام برحق اور سچ ہیں، ہمیں ان میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید اور احادیث میں ملتا ہے۔

عقیدہ رسالت کی دلیل قرآن سے:

1۔وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ

ترجمہ: اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے(سورہ یونس:47)

2۔وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا، اسی لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے(سورۃ النساء:64)

عقیدہ رسالت کی دلیل احادیث سے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ انبیاء کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، یا زیادہ ۔میں نے سوال کیا، ان میں رسول کتنے ہیں ؟آپ ﷺ نے فرمایا تین سو تیرہ۔

منصب رسالت کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں :

1۔**بشریت :** جیسا کہ تمام انبیاء کرام انسان کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں اور ان کی اطاعت امت کے تمام افراد پر فرض ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان کی تعلیم و رہنمائی کرنے والا بھی انہی میں سے ہو، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ کوئی بھی نبی اور رسول انسان نہیں ہو سکتا ہے، قرآن مجید نے اس کا جواب کچھ یوں دیا: ترجمہ اے پیغمبر! کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے کہ اس میں چلتے پھرتے اور رہتے بستے، تو ہم ان کے پاس کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے ۔

2۔ وہبیت: وہبیت کے لغوی معنی ہیں ،عطا کرنا، نبوت و رسالت ذاتی عبادت کی کوششوں اور کمائی سے نہیں ملتی، یہ اللہ تعالی کی عطا کردہ ذمہ داری ہے وہ جس کو چاہے یہ منصب عطا فرمائے، ارشاد باری تعالی ہے: ترجمہ، اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنے رسول کو کہاں بھیجے۔

3۔ عصمت: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی اخلاقی طور پر معصوم ہے یعنی گناہوں سے پاک ہے۔ نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔

4۔وحی: وحی بھی نبوت اور رسالت کے ساتھ مخصوص ہے، نبی کے علاوہ کسی اور انسان پر وحی نازل نہیں ہوتی۔

5۔ بہترین رہنما: ہر نبی اپنی قوم کے لیے ایک مکمل اور بہترین رہنما کا کردار ادا کرتا ہے، تمام انسانوں کی نسبت ایک نبی میں کہیں زیادہ قائدانہ صلاحیتیں اللہ تعالی نے رکھی ہوتی ہیں، جن کو کام میں لا کر وہ اپنی قوم کی بہترین اصلاح کا انتظام کرتا ہے۔

6۔**تعلیمات میں جانب اللہ:** انبیاء کرام دین اور شریعت کی کوئی بھی بات کرتے ہیں اس میں اپنی مرضی یا ذاتی رائے کا کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالی فرشتے کے واسطے انبیاء علیہم السلام تک اپنے احکامات وحی کرتے ہیں اور تمام انبیاء اللہ کی طرف سے وحی کردہ احکام و تعلیمات انسانوں تک پہنچاتے ہیں، ترجمہ ہے: اور یہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتے، بلکہ ان کا ارشاد وہی کچھ ہوتا ہے جو ان کی جانب اللہ تعالی کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے، (سورۃ النجم آیت نمبر 3۔4)

7۔ واجب اطاعت: انبیاء کرام کی اطاعت ضروری ہوتی ہے، نبی اللہ تعالی کا راستہ دکھاتا ہے، اس لیے اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول اس مقصد کے سوا اور کسی مقصد کے لیے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔(سورۃ النساء آیت نمبر 64)

8۔**نبوت کا اصل مقصد:** نبوت کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ اللہ رہا ہے، یعنی زمین پر اللہ کا قانون جاری ہو جائے اور اللہ کا دین تمام ادیان باطلہ پر غالب آ جائے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے، ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا، کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے(سورۃ الصف آیت نمبر 9)

9۔ حسن اخلاق: بہترین اخلاق وہ کارآمد ہتھیار ہے جس کے ذریعے پتھر کو موم کیا جا سکتا ہے، نبوت ایک ایسا عمل ہے جس میں جہالت سے آئی قوم کو ہدایت کی طرف لایا جاتا ہے، جس کے لیے حسن اخلاق کی پناہ ضرورت ہوتی ہے، تمام انبیاء کرام اس روحانی اسلحہ سے لیس ہوتے ہیں۔

10۔ دعوت الی اللہ: تمام انبیاء کرام میں قدر مشترک بات یہ رہی ہے کہ تمام انبیاء کا ایک ہی نعرہ اور ایک ہی دعوت تھی کہ: "کہہ دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ تمام انبیاء کی ایک ہی دعوت رہی ، کہ اللہ کی عبادت کرو، اسی کے سامنے سجدہ کرو، اسی میں تمہاری دنیا اور اخرت کی کامیابی ہے۔

سوال: رسالت محمدی ﷺ کی خصوصیات کیا ہیں وضاحت کریں؟

جواب: آپ ﷺ کی آمد سے پہلے پوری دنیا خصوصی طور پر عرب جہالت کے اندھیروں اور مشرکانہ رسومات میں ڈوبے ہوئے تھے، قتل و غارت گری ، لوٹ مار، ان کی زندگی کا گزارنے کا ذریعہ تھے، اللہ تعالی نے ان پر رحم کرتے ہوئے آپ ﷺ کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا، آپ ﷺ نے ان کی ایسی رہنمائی اور تربیت کی کہ دنیا کے لیے ان کو مثالی نمونہ بنا دیا۔

1۔ آفاقیت : ابتدائی دور کے انبیاء کرام علیہم السلام ایک خاص قوم، مخصوص علاقے ،ایک خاص مدت تک کے لیے بھیجے جاتے تھے، ان کی شریعت اس زمانے کی قوم یا وقت تک محدود رہتی تھی ، لیکن حضور ﷺ تا قیامت ہر دور، ہر امت، ہر نسل اور ہر علاقے کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

2۔ ابدیت: حضور ﷺ کی رسالت تا قیامت رہنے والی ہے، اس سے پہلے جتنے انبیاء اور رسول گزرے، ان کی شریعت اب منسوخ ہو چکی ہے، ایک مومن کے لیے یہ ماننا لازمی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا ہے، ورنہ وہ شخص مومن نہیں رہے گا۔ ارشاد پاک ہے: ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا طالب ہو گا، وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص اخرت میں نقصان اٹھانے والا ہو گا۔

3۔ عمومیت: رسالت محمدی صرف نظریاتی اور فکری نہیں ، بلکہ حضور ﷺ نے سب سے پہلے اللہ تعالی کے تمام احکام پر عمل کیا اور پھر اپنی امت کی رہنمائی کی، اس طرح خواہ وہ عائلی زندگی ہو یا معاشی ، سماجی ہو یا سیاسی زندگی ہو یا روحانی کیفیت ، عبادت ، امن اور جنگ قرابتداری ہو یا صلہ رحمی ، مطلب یہ کہ زندگی کے تمام پہلوؤں کے متعلق آپ ﷺ کی عملی زندگی کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں، اللہ تعالی کے ارشاد کا ترجمہ: بے شک اللہ کے رسول کی پیروی کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

4۔ جامعیت: اللہ تعالی نے تمام انبیاء کرام کو جن صفات سے نوازا حضور ﷺ ان تمام صفات کی جامعیت اور کمالیت کے ساتھ مجسم تھے، ان تمام خصوصیات اور خوبیوں کے ساتھ حضور ﷺ تمام جہانوں کے لیے ہدایت کا پیغام لے کر آئے، آپ ﷺ کی رسالت جامع ،کامل اور تمام انسانوں اور جنات کے لیے ہے۔

5۔ ساتھ شریعت کی منسوخی: شریعت محمدی کے نفاذ کے بعد پچھلی ساری شریعتوں کو منسوخ کر دیا گیا، جن سے مراد شریعت موسوی (موسیٰ) شریعت عیسوی (عیسیٰ) اور تمام سابقہ شرائع ہیں چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

6۔ حفاظت کتاب اللہ: تعالی نے انبیاء علیہم السلام پر کتابیں نازل کیں لیکن اہل کتاب نے ان آسمانی کتابوں کی اصلی شکل تبدیل کرتے ہوئے ان میں طرح طرح کی تحریفیں کر ڈالیں، لیکن حضور اقدس ﷺ پر نازل کردہ ،کتاب قران مجید کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے خود لی ،اس کتاب میں کوئی شخص معمولی سی تبدیلی وہ تحریف بھی نہیں کر سکتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

ترجمہ :بے شک ہم نے یہ ذکر یعنی قران نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

7۔ سنت نبوی کی حفاظت: اللہ کی طرف سے رسول اکرم ﷺ کی سنت کی حفاظت کا بھی بہترین انتظام کیا گیا، ہر دور میں محدثین کرام کی ایسی جماعت موجود رہی جس نے سنت نبوی ﷺ کی حفاظت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ، چونکہ سنت قران مجید کی شرح ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے، اس لیے اللہ تعالی نے قران مجید کی حفاظت کا جس طرح انتظام فرمایا اسی طرح سنت کی حفاظت کا بھی اہتمام فرمایا۔

8۔ تکمیل دین: حضور ﷺ کو کامل شریعت عطا کی گئی، آپ ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ ﷺ پر دین کی تکمیل کر دی گئی، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر دیا اور دین کی تکمیل کر دی۔

9۔ ختم نبوت: ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا وہ مبارک سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، اور اس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء دنیا میں تشریف لائے، آخر کار حضور ﷺ پر اس سلسلے کو مکمل کر کے بند کر دیا گیا، اب کوئی بھی نبی آپ ﷺ کے بعد نہیں آئے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں ۔

10۔ رحمت اللعالمین: اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو پوری دنیا کے لیے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ، آپ ﷺ نے ایک اللہ کی عبادت اور اس سے محبت کرنی سکھائی، ایک ایسا نظام زندگی آپ ﷺ کو دیا، جو انسانیت کو امن و سلامتی کی طرف لے جاتا ہے اور انسانوں کے لیے سراسر رحمت ہے، اس طرح آپ ﷺ کی آمد انسانوں کے لیے رحمت کا سبب ہوئی ، اللہ تعالی کا ارشاد ہے، کہ ہم نے آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: رسالت کے معنی اور مفہوم کیا ہیں؟

جواب: جواب: رسالت کا مطلب ہے "پیغام پہنچانا" اسلام میں رسالت کا مطلب ہے، اللہ تعالی کی طرف سے اپنے خاص بندوں میں سے کسی ایک کو امت تک پیغام پہنچانے کے لیے منتخب کرنا، جس کو اللہ تعالی اپنے پیغام پہنچانے کے لیے چنتا ہے اسے "رسول اور پیغمبر "کہا جاتا ہے، نبوت نبا سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی خبر دینے کے ہیں اور خبر دینے والے کو "نبی" کہا جاتا ہے۔

عقیدت توحید کے بعد عقیدت رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے، یعنی حضرت آدمؑ سے لے کر آخری نبی حضرت محمد ﷺ تک اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء علیہم السلام برحق اور سچ ہیں، ہمیں ان میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید اور احادیث میں ملتا ہے۔

سوال: ختم نبوت کا مطلب کیا ہے؟

جواب: عربی زبان میں ختم کا مطلب ہے "مہر لگانا، بند کرنا، انجام کو پہنچانا" رسالت محمدی ﷺ کی خصوصیات میں ختم نبوت ایک اہم خصوصیت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت حضرت آدمؑ سے شروع ہوئی اور حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوتی ہے، آپ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جو کوئی نبوت کا دعوی کرے یا نبوت کے مدعی کی تصدیق کرے وہ شریعت اور آئین پاکستان کے مطابق مسلمان نہیں رہے گا، آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی دلیل کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

ترجمہ حضرت محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے والد نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے مہر یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہیں ، اور اللہ تعالی ہر چیز سے واقف ہے۔(سورۃ الاحزاب:40)

جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا: انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ ترجمہ: میں اخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سوال: عقیدہ رسالت کے تقاضے کیا ہیں؟

جواب: اللہ تعالی کی طرف سے پیغمبر اپنی امت کا نمائندہ ہوتا ہے ،جو انسانیت کے لیے نہایت عمدہ مثال اور خوبیوں والا ہوتا ہے، وہ فیاض ،بردبار، معصوم، پاکیزہ کردار، نرم مزاج، دور اندیش، خیر خواہ، مہربان ، سچا امانت دار ہوتا ہے، اللہ تعالی اور مخلوق کے درمیان نمائندگی کا نام رسالت ہے اور یہ انتخاب صرف اللہ تعالی کا ہوتا ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانا(3)

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: فرشتوں کا تعارف اور ان پر ایمان لانے پر جامع نوٹ تحریر کیجیے؟

جواب: فرشتے کو عربی میں "ملک" کہتے ہیں جس کی جمع "ملائکہ" ہے۔ فرشتے اللہ تعالی کی وہ خاص مخلوق ہیں جو کھانے پینے اور دوسرے معاملات اور ضروریات سے پاک ہیں ، انہیں نور سے پیدا کیا گیا ہے، وہ اپنی اصلی شکل میں پر رکھتے ہیں، اللہ تعالی نے انہیں اپنی صورت بدلنے کی طاقت دی ہے، وہ انسانی صورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں، ان کا کام اللہ تعالی کی تسبیح اور حمد و ثنا کرنا ہے، آسمان و زمین کے معاملات پر نظر رکھنا اور مخلوق کی حفاظت کرنا، وہ اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہتے ہیں اور کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔

ترجمہ: جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔(سورۃ تحریم آیت نمبر 6)

فرشتوں پر ایمان لانا: فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ترجمہ: بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز اخرت پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائیں۔(سورۃ البقرہ آیت نمبر 177)

اس طرح اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل اور اس کی مخلوق کی مدد کرنا بھی اس کی ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے ، فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالی کی پاکیزہ مخلوق ہیں، وہ کبھی گناہ یا نافرمانی نہیں کرتے۔

فرشتوں کی ذمہ داریاں : اللہ تعالی ہر قسم کی مدد اور محتاجی سے پاک ہیں، لیکن اس نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد کیں، مثلاً بارش اور ہوا ؤں کی نگرانی کے لیے فرشتے مقرر کیے ،انسانوں کی حفاظت، ان کے اعمال کی حفاظت، اللہ کے حکم سے جانداروں کو مارنا، قبر میں لوگوں سے سوال کرنا، اخرت میں جزا و سزا کے لیے جہنم اور جنت میں لے جانا۔

مکرم کبیرہ: فرشتوں کی مختلف جماعتیں اللہ تعالی کی طرف سے مختلف کاموں کے لیے مقرر کی گئی ہیں، فرشتے اپنے تمام کاموں کو تنجلی پورا کرتے ہیں اور کبھی اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ ان میں ایک جماعت ان فرشتوں کی ہے جو مردے کو قبر میں رکھے جانے کے بعد ان سے سوال جواب کرتے ہیں، ان فرشتوں کو "منکر نکیر" کہا جاتا ہے، ان کا کام یہی ہوتا ہے کہ کسی بھی مرد کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، یا کسی بھی مذہب اور دین سے تعلق رکھتا ہو، ان سے سوال جواب کرتے ہیں، حدیث مبارکہ میں فرشتوں کی اس جماعت کو "منکر نکیر" کہا گیا ہے۔

کراماً کاتبین: کرام کے لفظی معنی ہیں "معزز یعنی عزت والے" کاتبین کاتب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "لکھنے والے" ہیں۔

کراماً کاتبین فرشتوں کی ایک جماعت ہے جسے اللہ تعالی نے انسانوں کے اعمال لکھنے کی ذمہ داری سونپی ہے، یہ فرشتے ہر انسان کے چھوٹے، بڑے عمل کو لکھ کر محفوظ کرتے ہیں، جو قیامت کے دن انسانوں کے سامنے نامہ اعمال کی صورت میں پیش کیے جائیں گے، اور اس کے سامنے رکھے جائیں گے، قرآن پاک میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ. كِرَامًا كَاتِبِينَ. ترجمہ: اور تم پر نگران فرشتے مقرر کئے گئے ہیں جو بہت معزز لکھنے والے ہیں۔

یہ فرشتے ہر انسان کے ساتھ ہوتے ہیں، چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، مسلم ہو یا غیر مسلم، سب کے ساتھ یہ فرشتے موجود ہوتے ہیں، اور ان کے تمام اعمال کو لکھ کر محفوظ کر رہے ہوتے ہیں۔

سوال: چار افضل فرشتوں کے نام اور ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ وضاحت کیجیے۔

جواب: عربی میں "ملک" فرشتے کو کہتے ہیں، ملائکہ اس کی جمع ہے۔ ملائکہ کے معنی پیغام رساں کے ہیں۔ فرشتے چونکہ اللہ تعالی کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہیں اس لئے انہیں ملائکہ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالی فرشتوں کے ذریعے ہی اپنے پیغمبروں تک احکامات پہنچاتے ہیں فرشتوں کی پیدائش نور سے ہوئی، یہ ہر حال میں اللہ کی اطاعت اور عبادت کرتے ہیں پل بھر کے لئے بھی نافرمانی نہیں کرتے، اسی وجہ سے فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے یہ اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔

فرشتوں کی تعداد یوں تو بہت زیادہ ہے لیکن چار فرشتے ان میں مشہور اور بڑے ہیں۔

حضرت جبرائیل: انبیاء پر وحی لے کر آتے تھے۔

حضرت میکائیل: بارش اور رزق وغیرہ کے انتظام پر معمور ہیں۔

حضرت اسرافیل: قیامت میں صور پھونکیں گے۔

حضرت عزرائیل: انسانوں کی روح قبض کرتے ہیں۔

چار فرشتے چار افضل فرشتے اور ان کی ذمہ داریاں: تمام فرشتوں میں سے چار فرشتے افضل ہیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت جبرائیل علیہ السلام: ان کا کام انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی لانا نافرمان قوموں کو سزا دینا اور مظلوموں کی مدد کرنا ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام: ان کے ذمہ بارش برسانا، بادلوں اور ہواؤں کا نظام اور رزق پہنچانا ہے ان کے نیچے بہت سے فرشتے ہیں جو یہ کام انجام دیتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام: آپ کو ملک الموت بھی کہتے ہیں، یعنی موت کا فرشتہ، آپ کے نیچے بہت سے فرشتے ہیں، جو ہر جاندار کی سانس اس کے مقررہ وقت پر نکال لیتے ہیں، اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام: یہ آسمان پر انتظار میں بیٹھیں کہ اللہ تعالی کی طرف سے قیامت قائم کرنے کا حکم ہو، اور جب انہیں حکم دیا جائے گا تو صور پھونکیں گے۔

صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلے صور کے بعد ساری مخلوق مر جائیں گی، اس کے بعد اللہ تعالی بارش نازل فرمائے گا، جو کہ شبنم کا کام دے گی، اس سے لوگوں کے ابدان تیار ہو جائیں گے، پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے۔

ونفخ في الصور فصعق من في السماوات ومن في الأرض إلا من شاء الله ثم نفخ فيه أخرى فإذا هم قيام ينظرون .

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں، وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔ پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ **(سورۃ الزمر:۲۸)**

مختصر جواب کے سوالات

سوال: فرشتے انسانوں سے کون کون سی صفات میں مختلف ہیں؟

جواب: جواب: فرشتے کو عربی میں "ملک" کہتے ہیں جس کی جمع "ملائکہ" ہے۔ فرشتے اللہ تعالی کی وہ خاص مخلوق ہیں جو کھانے پینے اور دوسرے معاملات اور ضروریات سے پاک ہیں، انہیں نور سے پیدا کیا گیا ہے، وہ اپنی اصلی شکل میں پر رکھتے ہیں، اللہ تعالی نے انہیں اپنی صورت بدلنے کی طاقت دی ہے، وہ انسانی صورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں، ان کا کام اللہ تعالی کی تسبیح اور حمد و ثنا کرنا ہے، آسمان و زمین کے معاملات پر نظر رکھنا اور مخلوق کی حفاظت کرنا، وہ اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہتے ہیں اور کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔

سوال: فرشتے انسانوں کے کس کام آتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالی ہر قسم کی مدد اور محتاجی سے پاک ہیں، لیکن اس نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد کیں، مثلاً بارش اور ہواؤں کی نگرانی کے لیے فرشتے مقرر کیے، انسانوں کی حفاظت، ان کے اعمال کی حفاظت، اللہ کے حکم سے جانداروں کو مارنا، قبر میں لوگوں سے سوال کرنا، آخرت میں جزا و سزا کے لیے جہنم اور جنت میں لے جانا۔

عقیدہ آخرت (۴)

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: عقیدہ آخرت کی وضاحت کیجیے۔

جواب: عقیدہ کا لفظ عقد سے نکلا ہے، جس کے معنی ہے "گرہ لگانا، باندھنا"۔

عربی زبان میں آخرت کے معنی "بعد میں آنے والی چیز" کے ہیں۔ اس سے مراد موت کے بعد کی زندگی ہے۔

عقیدہ آخرت: آخرت کا عقیدہ بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، انسان کی موت کے بعد اس کی روح زندہ رہتی ہے، آخرت کی زندگی میں انسانی روح جسم میں دوبارہ داخل کر کے اسے زندہ کیا جائے گا، پھر تمام انسان حشر کے میدان میں جمع ہوں گے، اللہ تعالی ان سب کی زندگی کا حساب کتاب لے گا، پھر کامیاب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ناکام لوگوں کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد پاک ہے۔

ترجمہ: بے شک نیکو کار جنت میں ہوں گے اور بد کردار دوزخ میں۔ (سورہ انفطار ایت نمبر 13 14)

موت کی آتے ہی انسان کا حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے، پھر دوسری دنیا میں صرف نیک اعمال ہی کام آتے ہیں، دنیا وقت ضائع کرنے اور فضول کاموں میں خرچ کرنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ آزمائش کی جگہ ہے، انسان جو کچھ کرے گا، اس کا اجر آخرت میں ملے گا، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)

آخرت کے مراحل اور اہم تصورات: آخرت کا آغاز انسان کی موت سے ہی شروع ہو جاتا ہے، مرنے اور دوبارہ زندہ ہونے کے درمیان کے وقت کو عالم برزخ کہتے ہیں، جس میں قبر کے سوالات پوچھے جائیں گے اور پھر عذاب قبر یا راحت قبر کا وقت شروع ہو گا، جس دن پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ساری کائنات فنا ہو جائے گی اس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور پھر تمام لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، اسے (بعث بعد الموت) یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا کہتے ہیں۔ پھر سب لوگ حساب

کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کو قیامت کہتے ہیں۔ تمام لوگ محشر میں اپنے اعمال کا حساب پورا کرنے کے بعد یا تو جنت کے حقدار ہوں گے، یا وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے، پھر گنہگار اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت کے حقدار ہوں گے البتہ مشرکین اور منافقین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

عقیدہ آخرت کے دلائل: قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ عقیدہ آخرت کے بارے میں ہے، جس میں آخرت کا تعارف، اس کے مختلف مراحل، مختلف لوگوں کے اعتراضات اور ان کے جوابات بیان کیے گئے ہیں، لوگ آخرت کے بارے میں غلط تصورات میں مبتلا ہیں، اس لیے قرآن مجید میں آخرت کی مکمل تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ جبکہ آپ ﷺ نے آخرت کے عذاب اور حساب کتاب کے بارے میں تفصیل سے بتایا اور امت کو عذاب آخرت سے بچنے کی تدبیر بیان فرمائی، عالم برزخ، جہنم اور جنت کے مختلف مناظر معراج کی رات کو حضور ﷺ کو دکھائے گئے، اس لیے ایمان کی شرائط میں یوم الآخرت پر مکمل ایمان اور یقین رکھنا شامل ہے، جیسا کہ قرآن میں موجود ہے۔

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ. ترجمہ: اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں (سورہ بقرہ ایت نمبر چار)

سائنسی تجربات اور مشاہدات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جاندار مختلف خلیات کا مرکب ہے اور ایک وقت آتا ہے، جب وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لیے یہ سمجھا جاتا ہے جو خالق انسان کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے اسے دوبارہ زندہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ عقل بھی مانتی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہیے جس میں گنہگار کو گناہ کرنے اور فرمانبردار کو اطاعت کا بدلہ ملے اور وہ آخرت کا دن ہے، ہر انسان کو اس مرحلے سے گزرنا ہے۔

سوال: آخرت کے متعلق سائنس اور فطرت کے کیا دلائل ہیں؟

جوب: سائنسی تجربات اور مشاہدات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جاندار مختلف خلیات کا مرکب ہے اور ایک وقت آتا ہے، جب وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لیے یہ سمجھا جاتا ہے جو خالق انسان کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے اسے دوبارہ زندہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ عقل بھی مانتی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہیے جس میں گنہگار کو گناہ کرنے اور فرمانبردار کو اطاعت کا بدلہ ملے اور وہ آخرت کا دن ہے، ہر انسان کو اس مرحلے سے گزرنا ہے۔

سوال: آخرت کے انسانی زندگی پر کوئی بھی تین اثرات تحریر کیجیے

جواب: عقیدہ آخرت انسانی زندگی کو ایک فرد کی حیثیت سے بہتر طریقے سے منظم کرتا ہے، جس سے معاشرے پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

1۔ جرات و بہادری: عقیدے اخرت مومن کو سکھاتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور ہمیشہ کی زندگی آخرت کی ہے، لہذا ہمیشہ نیکی اور کامیابی کی کوشش کرتے رہو ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کرو۔

2۔ صبر اور تحمل: نیکی اور سچائی پر چلنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عقیدہ آخرت پر ایمان رکھنے والا، ان تمام مصائب کو اللہ تعالی کی طرف سے سمجھ کر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔

3۔ **احساس ذمہ داری:** جو شخص آخرت پر یقین رکھتا ہے، اسے اپنے رب کی طرف سے مقرر کیے ہوئے فرائض، ذمہ داریوں اور احکامات کو پورا کرنے کا احساس ہوتا ہے۔

سوال: عالم برزخ سے کیا مراد ہے؟

جواب: آخرت کا آغاز انسان کی موت سے ہی شروع ہو جاتا ہے، مرنے اور دوبارہ زندہ ہونے کے درمیان کے وقت کو "عالم برزخ: کہتے ہیں، جس میں قبر کے سوالات پوچھے جائیں گے اور پھر عذاب قبر یا راحت قبر کا وقت شروع ہو گا۔

الہامی کتابوں پر ایمان (۵)

سوال: الہامی کتابوں پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بے شمار انبیاء علیہم السلام بھیجے، جنہوں نے لوگوں کو عقیدہ توحید کا درس دیا، انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو اللہ تعالی کے پیغام کی طرف بلایا، ان انبیاء نے اپنی اپنی امت کی اخلاقی تربیت کی، اللہ تعالی نے الہامی کتابیں اور صحیفے نازل کیے، جن میں اس ذات باری تعالی کو پہچاننے اور اس پر پختہ یقین رکھنے، انبیاء کی اطاعت، لوگوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے اور ہر قسم کی نافرمانی سے بچنے کی ہدایت شامل تھی۔

الہامی کتابوں پر ایمان: الہامی کتابوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، الہامی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ الہامی کتابیں اور صحیفے برحق اور سچ ہیں، البتہ آخری پیغمبر حضور ﷺ پر نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن کریم کے بعد پچھلی تمام کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں، اب قیامت تک ایمان لانے والوں اور عمل کرنے کے لیے ہدایت کی واحد کتاب قرآن مجید ہی ہے۔

سوال: جن انبیاء کرام علیہم السلام پر الہامی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ان کا ذکر کریں۔

جواب: الہامی کتابوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، الہامی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ الہامی کتابیں اور صحیفے برحق اور سچ ہیں۔ چار مشہور آسمانی کتابیں درجہ ذیل ہیں:

تورات: یہ کتاب حضرت موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی، جس میں بنی اسرائیل کے لیے مختلف احکامات بیان کیے گئے۔

زبور: یہ کتاب حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی، جو اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ اس قوم کے لیے لائے عمل بھی ہے۔

انجیل: یہ کتاب حضرت عیسی علیہ السلام پر نازل ہوئی، جس میں آپ کی امت کی رہنمائی کے لیے مختلف احکامات ہیں، لیکن بعد میں لوگوں نے اس کے عقائد کو بدل دیا۔

قرآن مجید: یہ کتاب حضور ﷺ پر نازل ہوئی، اس کتاب میں اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات، اخلاق، سیرت نبوی، سابقہ انبیاء کرام کی امتوں سے متعلق مختصر واقعات، شرعی احکام اور آخرت کا بیان ہے۔

ان الہامی کتابوں کے علاوہ بعض انبیاء پر صحیفوں کی صورت میں چھوٹی چھوٹی کتابیں نازل ہوئیں، جن میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت اور یس علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام کے صحیفے شامل ہیں۔

سوال: قرآن مجید کی خصوصیات بیان کیجیے۔

جواب: یہ اللہ تعالی کی آخری اور مکمل کتاب ہے، جو قیامت تک انسانوں کی ہدایت کے لیے اتاری گئی ہے، قرآن مجید کی چند خصوصیات:

حفاظت: قرآن کریم ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالاتر ہے اور ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے لی ہے۔

اعجاز قرآن: یہ ایک ایسا معجزہ ہے جس میں فصاحت بلاغت اور وہ تاثیر ہے جو اسے دیگر تمام کتب سے منفرد بناتی ہے۔

ضابطہ حیات: قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات اور انسانوں کے لیے ایک کامل دستور العمل ہے، جو زندگی کے تمام شعبہ جات میں انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔

سوال: حفاظت قرآن کا مطلب کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم کی حفاظت کا مطلب یہ ہے، یہ کتاب ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالاتر ہے، ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے، کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے خود لی ہے۔

سوال: اعجاز قرآن کسے کہتے ہیں؟

جواب: اعجاز کا لفظ عجز سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے عاجز کر دینا، بے بس کر دینا۔ اس قرآن کی طرح کلام بنا کر لانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اعجاز قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ایک ایسا معجزہ ہے جس میں فصاحت بلاغت اور وہ تاثیر ہے، جو اسے دیگر تمام کتب سے منفرد بناتی ہے۔

سوال: انسانوں کو الہامی کتابوں کی ضرورت کیوں ہے۔

جواب: اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بے شمار انبیاء علیہم السلام بھیجے، جنہوں نے لوگوں کو عقیدہ توحید کا درس دیا، انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو اللہ تعالی کے پیغام کی طرف بلایا، ان انبیاء نے اپنی امت کی اخلاقی تربیت کی، اللہ تعالی نے الہامی کتابیں اور صحیفے نازل کیے، جن میں اس ذات باری تعالی کو پہچاننے اور اس پر پختہ یقین رکھنے، انبیاء کی اطاعت، لوگوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے اور ہر قسم کی نافرمانی سے بچنے کی ہدایت شامل تھی۔

عبادات: نماز

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: نماز کی فضیلت اور اہمیت پر نوٹ تحریر کیجئے

جواب: عربی میں نماز کو "الصلوۃ" کہتے ہیں، نماز عبادت کا ایک انداز ہے، جس میں تکبیر تحریمہ، قیام، تلاوت قرآن، رکوع، سجدہ، آخری قعدہ، تشہد، مختلف تسبیحات، دعائیں، درود شریف اور سلام شامل ہے۔

نماز کی فرضیت قرآن مجید سے: قرآن مجید میں اس عبادت کی کامیابی سے زیادہ ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ؕ ترجمہ: اور نماز قائم کرو، بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔

نماز کی اہمیت احادیث سے: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔الصلاۃ عماد الدین۔ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

نماز کی اہمیت: نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے، جو ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مرد و عورت پر دن رات میں پانچ مرتبہ فرض ہے، معراج کے موقع پر اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی امت کو پانچ نمازیں بطور تحفہ عنایت فرمائی۔

حدیث شریف کے مطابق سات سال کی عمر میں نماز شروع کرنے کا حکم ہے، اور دس سال کی عمر میں اس کی سختی سے تاکید کی گئی اور والدین کو اولاد پر سختی بھی کرنی چاہیے ، نماز فرض ہونے کے بعد جان بوجھ کر چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے۔

نماز کے کچھ اداب اور شرائط ہیں جو ذیل میں ذکر کیئے جاتے ہیں :

اسلام یعنی مسلمان ہونا ۔ **عاقل** ہونا۔ پاگل نہ ہو۔

ستر عورت: ستر کا چھپانا، مرد کے لئے ناف سے لیکر گھٹنوں تک، جبکہ عورت کا پورا جسم۔

استقبال قبلہ: قبلہ رخ کر کے نماز پڑھنا۔

پاکی حاصل کرنا: نماز سے پہلے جسم کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا۔ نماز سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔ نماز مقررہ وقت پر ادا کرنا، اور نیت کرنا۔

باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔

خشوع خضوع سے نماز پڑھنا: حضور نبی کریم ﷺ نے نماز کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، آپ ﷺ اپنے وصال کی آخری گھڑیوں میں بھی نماز کی تلقین کرتے رہے ، جس سے نماز کی عظمت و اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

نماز کے انفرادی اور اجتماعی فوائد: نماز ایک جامع عبادت ہے، جس میں انسان کے لیے انفرادی اور اجتماعی فوائد ہیں، انفرادی طور پر نماز مسلمان کو حقیقی رب کے سامنے عاجزی کا درس دیتی ہے، یہ اللہ کی خوشنودی اور غیر اللہ سے تعلق کا درس دیتی ہے، نماز ادا کرنے والا شخص خود کو مطمئن اور پھر اعتماد محسوس کرتا ہے، نماز پڑھنے سے جسم اور لباس پاکیزہ اور شخصیت باوقار ہو جاتی ہیں۔

سوال: نماز کے انفرادی اور اجتماعی فوائد تحریر کیجئے۔

جواب: عربی زبان میں نماز کے لیے "صلوۃ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے لغوی معنی ہیں "دعا کرنا"۔ شریعت کی اصطلاح میں وہ مخصوص عبادت جو رکوع سجدے پر مشتمل ہوتی ہے اور دن میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے اسے "صلوۃ یعنی (نماز)" کہتے ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں جابجا نماز قائم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: واقیموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ۔ترجمہ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو"۔(سورۃ البقرۃ:۴۳)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔الصلاۃ عماد الدین۔ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

نماز کی فرضیت: نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے معراج نبوی کے موقع پر نماز فرض ہوئی، ابتداء میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں تھیں پھر کم ہوتے ہوتے پانچ ہو گئیں۔

جنت میں داخلے کی ضمانت: حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے گا، میں اسے اپنی ذمہ داری سے جنت میں داخل کروں گا۔(سنن ابوداؤد)

نماز کے انفرادی اور اجتماعی فوائد:

انفرادی فوائد:

1۔ طہارت و پاکیزگی: نماز کی شرائط میں طہارت اور پاکیزگی کا بہت اہم کردار ہے، نمازی شخص ہمیشہ طہارت کی حالت میں رہتا ہے، پانچ وقت باوضو، اللہ تعالی کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے، مسواک سے دانت صاف کرتا ہے، غرض ہر طرح سے پانچ بار اپنے جسم کو پاک و صاف رکھنے کا عادی ہو جاتا ہے۔

2۔ اللہ تعالی کے قرب کا ذریعہ: نماز اللہ تعالی کے ذکر میں افضل ترین ذکر ہے، اس عبادت میں زبان، جسم اور دل بیک وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور بندہ اپنے رب سے براہ راست گفتگو کرتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ ترجمہ اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

3۔ پابندی وقت: نماز کی شرائط میں یہ بھی داخل ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ وقت پر ہی ادا کیا جائے، چنانچہ جب انسان نماز کو اس کے وقت پر ادا کرتا ہے تو نماز کی ادائیگی کی بدولت انسان کے اندر وقت کی پابندی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں ہر کام مقررہ وقت پر کرنے کا عادی بن جاتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت مقررہ میں فرض کی گئی ہے۔

4۔ کفر و شرک سے حفاظت: نماز انسان کو کفر و شرک سے بچاتی ہے، نمازی آدمی کفر و شرک کی لعنت سے محفوظ رہتا ہے، اسے کفر و شرک سے برات کا سرٹیفکیٹ عطا کیا جاتا ہے، اور جنت میں اس کا داخلہ یقینی بن جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو۔

5۔ برائیوں سے نجات: نماز انسان کو ہر طرح کی برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے، نمازی کو بدولت انسان کی عملی زندگی کی بنیاد تقوی اور پرہیزگاری پر قائم ہوتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ نماز کو مکمل تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کیا جائے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے، ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔

6۔ اللہ تعالی کا خوف: جب نمازی خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، تو اس پر اللہ تعالی کا خوف غالب آ جاتا ہے اور اس میں تقوی کی اچھی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔

7۔ بندگی کا اظہار: نمازی شخص جب اللہ تعالی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور رکوع سجدہ کرتا ہے، تو یہ بندگی کا اظہار ہے، نماز کی روح یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو فنا کر دے اور اللہ کی مرضی اور خوشی پر سب کچھ قربان کر دے۔

8۔ صبح سویرے بیداری: نمازی شخص اپنے دن کا آغاز فجر کی نماز سے کرتا ہے، صبح سویرے بیدار ہوتا ہے، اس وقت بہت اچھا سماں ہوتا ہے، فضا میں آلودگی نہیں ہوتی، اس کے سبب صبح سویرے اٹھنے والا دن بھر چاق و چوبند رہتا ہے، صبح جلدی اٹھنا ہے اور رات کو جلدی سونا، ہمیشہ صحت اور عقل کے لیے فائدہ مند رہتا ہے۔

اجتماعی زندگی پر نماز کے فوائد

1۔ باہمی تعارف: نماز باجماعت میں پانچ مرتبہ اپنے علاقے کے لوگ مسجد میں جمع ہو کر ملاقات کرتے ہیں، جس سے آپس میں میل جول اور تعارف پیدا ہوتا ہے، اس میل جول سے انسانیت اور باہمی محبت کو فروغ ملتا ہے، جو مسلمانوں کے اعتبار کو دور کر کے ان کے اتحاد و اتفاق کا سبب بنتا ہے۔

2۔ مساوات: باجماعت نماز میں حاکم و محکوم، امیر و غریب، سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں اور سب کا نماز کی ادائیگی کا طریقہ ایک ہی ہوتا ہے، جس سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں سب کا درجہ برابر ہے، جس سے امیروں میں تکبر، اور غریبوں میں احساس کمتری پیدا نہیں ہوتی۔

3۔ زیادہ اجر و ثواب: اجتماعی شکل میں انجام پانے والے اعمال کی کیفیت انفرادی اعمال کے مقابلے میں زیادہ موثر ہوتی ہے، اسی لیے اجتماعی نماز کا ثواب انفرادی نماز کے مقابلے میں 27 گنا زیادہ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، ترجمہ: اکیلے نماز پڑھنے سے جماعت کی نماز پچیس درجے اجر میں زیادہ ہوتی ہے۔

4۔ **اجتماعیت:** نماز باجماعت پڑھنے سے اجتماعیت کی خصوصیت پیدا ہوتی ہے اور یہ درس ملتا ہے کہ جس طرح جماعت کی نماز انفرادی نماز کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر ہے اسی طرح زندگی کے ہر کام میں اسے اجتماعیت اور یکجہتی کا اہتمام کیا جائے تو ہر کام کے بہتر نتائج حاصل کے جا سکتے ہیں۔

5۔ بے نمازیوں کو ترغیب: نمازیوں کو مسجد میں آتے جاتے دیکھ کر بے نمازوں کو ترغیب و تحریک ہوتی ہے اور وہ بھی نماز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یوں سارے کا سارا محلہ نمازی بن جاتا ہے۔

6۔ اللہ تعالی کا رحم و کرم: جماعت کی نماز میں بہت سے معصوم بچّی شریک ہوتے ہیں ، جو مکلف نہیں ہوتے، اسی طرح عمر رسیدہ اشخاص بھی شریک ہوتے ہیں، جن سے اللہ کو بے حیا آتی ہیں، ان لوگوں کی برکت سے تمام نمازیوں کی نماز قبول ہوتی ہے اور تمام لوگوں کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: عبادت کسے کہتے ہیں؟

جواب: عربی زبان میں انتہائی عاجزی کو "عبادت" کہتے ہیں شریعت کی رو سے ہر وہ نیک عمل جو خلوص نیت سے اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے اسے عبادت کہتے ہیں۔ اسلام میں عبادت کا تصور بہت وسیع ہے مثلاً کسی مصیبت زدہ کی مدد کرنا، کسی مظلوم کی دادرسی کرنا، گھر والوں کی ضروریات پوری کرنا، حلال روزی کمانا، اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرنا وغیرہ عبادت کی اقسام ہیں، ان میں سے اہم فرضی عبادت نماز ہے۔

سوال: نماز کی فرضیت کا تحفہ کب اور کسے ملا ہے۔

جواب: نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے معراج نبوی کے موقع پر اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا، ابتداء میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں تھیں پھر کم ہوتے ہوتے پانچ ہو گئیں۔

سوال: نماز کے کچھ آداب اور شرائط بیان کیجئے۔

جواب: نماز کے کچھ آداب اور شرائط ہیں جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں :**اسلام** یعنی مسلمان ہونا ۔ **عاقل ہونا** پاگل نہ ہو۔

ستر عورت: ستر کا چھپانا مرد کے لئے ناف سے لیکر گھٹنوں تک، جبکہ عورت کا پورا جسم۔

استقبال قبلہ: قبلہ رخ کر کے نماز پڑھنا۔

پاکی حاصل کرنا: نماز سے پہلے جسم کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا۔ نماز سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔ نماز مقررہ وقت پر ادا کرنا، اور نیت کرنا۔

باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔

زکوۃ

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: زکوۃ کی اہمیت بیان کیجئے؟

جواب: عربی زبان میں زکوۃ کے معنی ہیں" پاک کرنا"۔ شریعت کی اصطلاح میں مال کی خاص مقدار پر پورا سال گزرنے کے بعد اس کے نصاب کے مطابق اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اسے شرعی مستحقین کو دینے کا نام "زکوۃ" ہے۔ زکوۃ ہر صاحب نصاب اور مسلمان، عاقل، بالغ، مرد و عورت پر سال میں ایک مرتبہ فرض ہے۔

زکوۃ کی اہمیت قرآن مجید سے: زکوۃ اسلام کا اہم رکن اور مالی عبادت ہے، اس کا مقصد معاشرے کے ضرورت مندوں کی مدد کرنا اور مسلمان کے دل سے دنیا کی محبت اور لالچ کو ختم کرنا ہے، قرآن مجید میں کئی مقامات پر نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آیا ہے۔

وَاٰتِیَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو (سورہ مزمل ایت نمبر 20)

زکوۃ کی اہمیت احادیث سے: آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز کا دسواں حصہ (زکوۃ) واجب ہے۔

زکوۃ واجب ہونے کی شرائط: مسلمان ہونا۔ آزاد ہونا۔ بالغ ہونا۔ عاقل ہونا۔ مقروض نہ ہونا۔ مال کا ضروریات زندگی سے خارج ہونا۔ مال پر سال گزرنا۔

زکوۃ کا نصاب: اس سے مراد یہ ہے کہ مال کی وہ مقدار جس کا مالک بننے کے بعد انسان پر زکوۃ ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

نصاب زکوۃ: نصاب سے مراد وہ مال جو ساڑھے سات تولے سونا ہے۔ ساڑھے باون تولہ چاندی کی شکل میں ہو۔ یا نقدی ہو، یا تجارتی سامان پر مبنی چاندی کی مذکورہ مقدار کے برابر ہو، اس پر کل مال کا چالیسواں حصہ (ڈھائی فیصد) ایک سال کے بعد ادا کرنا واجب ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی کی شرح: اس سے مراد یہ کہ جس شخص پر زکوۃ کی تمام شرائط پوری ہونے کی وجہ سے زکوۃ فرض ہو چکی ہے، وہ اپنے مال کا کتنا حصہ بطور زکوۃ مستحقین کو ادا کرے گا۔ چاندی اور نقدی کی صورت میں شرح زکوۃ ڈھائی فیصد ہے۔

زکوۃ کے نصاب اور شرح کی تفصیل درج ذیل ہے:

سونا ساڑھے سات تولہ۔ چاندی ساڑھے باون تولے۔ نقدی ،مال تجارت چاندی کے برابر۔

زکوۃ کی فضیلت و اہمیت: زکوۃ اسلام کا ایک بنیادی رکن اور مالی عبادت ہے، اس کا مقصد معاشرے کے ضرورت مندوں کی مدد کرنا ہے، قرآن مجید میں کئی مقامات پر نماز کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کا ذکر آیا ہے، زکوۃ صاحب نصاب پر سال میں ایک بار فرض کی گئی ہے، یہ ایک بہت ہی اجر و ثواب والی عبادت ہے، زکوۃ ادا کرنے سے انکار یا کوتاہی کی صورت میں سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ، انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دو (سورۃ توبہ آیت نمبر 34)

حضور ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص اپنی رضاسے اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنے مال سے زکوۃ دے گا ایمان کی لذت اسے ملے گی۔

سوال: زکوۃ کے مصارف بیان کیجئے۔

جواب: مصارف کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں "خرچ کرنے کی جگہ"۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جنہیں زکوۃ ادا کی جاتی ہے۔ زکوۃ کے مصارف کل آٹھ ہیں، جو اللہ تبارک و تعالی نے سوا التوبہ میں بیان کیے ہیں۔

1۔ فقراء (محتاج): اس سے مراد ایسے فقیر اور محتاج لوگ جن کے پاس کچھ نہیں ہے۔

2۔ مساکین: ایسے حاجت مند جن کے اخراجات مشکل سے پورے ہوتے ہوں، ایسے لوگ جن کے پاس مال تو ہو، لیکن ان کے ضروریات زندگی کے لیے کافی نہ ہو۔

3۔ عاملین زکوۃ: زکوۃ کے محکمہ میں کام کرنے والے لوگ، محکمہ زکوۃ میں تعینات عملے کی تنخواہ وغیرہ کے لیے زکوۃ کی رقم استعمال کرنا۔

4۔ مؤلفۃ القلوب: وہ غیر مسلم جو غریب ہوں، اس کا مقصد انہیں اسلام کی طرف راغب کرنا اور اسلام کے قریب لانا ہو۔

5۔ الرقاب: گردنوں کا آزاد کرنا، یعنی غلام اور قیدیوں کو آزاد کرنا، ایسے قیدی جن کے پاس اپنی آزادی کے لئے پیسے نہ ہوں انہیں آزاد کرانا۔

6۔ الغارم (قرضدار): اس سے مراد وہ لوگ جو قرضوں تلے دبے ہوئے ہوں اور قرض ادا نہیں کر سکتے ، انہیں قرض کی ادائیگی کے لیے بھی زکوۃ دی جا سکتی ہے۔

7۔ فی سبیل اللہ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد اور علائے کلمۃ اللہ کے لیے نکلے ہوں، انہیں بھی زکوۃ کی رقم دی جا سکتی ہے۔

8۔ ابن السبیل مسافر: اس سے مراد وہ مسافر ہے جو اپنے وطن میں خوشحالی کیوں نہ ہو، لیکن حالت سفر میں تنگدستی کی صورت میں انہیں زکوۃ دی جا سکتی ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی ایک فرض عمل ہے، جو مالدار مسلمان مرد و عورت ادا کرتے ہیں ، قریبی رشتہ داروں، جیسے ماں باپ، بیوی، بیٹے کو زکوۃ دینا جائز نہیں، کیونکہ شریعت نے ان کی کفالت اور سرپرستی کا حکم دیا ہے، البتہ ان کے علاوہ رشتہ داروں کو زکوۃ دینا، باقی مستحقین سے افضل ہے، عام طور پر ایک علاقے سے زکوۃ وصول کر کے اسی علاقے کے مستحق لوگوں میں تقسیم کی جانی چاہئے یہ سب سے بہتر ہے، البتہ وہاں مستحق نہ ہونے کے بنا پر دوسرے علاقوں میں پھر یہ زکوۃ منتقل کی جا سکتی ہے۔

سیلاب ، نزلے اور خشک سالی کے حالات: دنیا کے کاروبار، قواعد ضوابط، حکومت اور ریاست کے زیر انتظام ہیں ، جو اپنی رعایت کی سہولت کے لیے انتظامات کرتے ہیں، پاکستان سمیت دنیا بھر میں بارشوں، سیلابوں ، نزلوں، خشک سالی اور کرونا جیسے وبائی امراض اور سیلاب جیسی ہنگامی صورتحال سے عوام کو پریشانی کا سامنا کرنا

پڑتا ہے، ایسے میں دولت مندوں کو چاہیے کہ وہ زلزلے، سیلاب، خشک سالی یا وبائی امراض سے متاثرین کے لیے نقد رقم، کھانے پینے کی اشیاء روزمرہ استعمال کی اشیاء اور ضرورت سے زیادہ چیزیں عطیہ کریں۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: زکوٰۃ کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: عربی زبان میں زکوٰۃ کے معنی "پاک کرنے" کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں مال کی ایک خاص مقدار پر پورا سال گزر جانے کے بعد، اس میں نصاب کے مطابق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، اسے شرعی مستحقین کو دینے کا نام "زکوٰۃ"۔

سوال: صاحب نصاب سے کیا مراد ہے۔

جواب: صاحب نصاب سے وہ شخص مراد ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو، یا نقدی یا تجارتی سامان پر جو سونا یا چاندی کی مذکورہ مقدار میں کسی ایک کے برابر ہو، اس پر اس مال کا چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد ایک سال کے بعد ادا کرنا واجب ہے۔

سوال: زکوٰۃ کے کوئی بھی پانچ فائدے تحریر کیجیے۔

جواب: زکوٰۃ کو ایک ایسا فریضہ ہے جس کے بہت سارے فائدے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

☆ زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے جس سے حقداروں کا حق ادا ہوتا ہے۔

☆ سرمایہ دارانہ نظام میں جہاں سود اور غیر شرعی حد سے غربت بڑھتی ہے، وہاں زکوٰۃ کی ادائیگی سے غربت میں کمی آتی ہے اور لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہوتی ہے۔

☆ صاحب نصاب لوگ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد زیادہ سرمایہ کاری کرتے ہیں جس سے ملکی معیشت مستحکم ہوتی ہے۔

☆ بھاری ٹیکسوں کے مقابلے میں امیر لوگ، خوشی اور ایمانداری سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

☆ زکوٰۃ کی ادائیگی سے ایک طرف معاشرے کے غریبوں کی مدد ہوتی ہے، جس وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، دوسری طرف امیر لوگوں کی دولت کے حصول کی خواہش کم ہو جاتی ہے۔

روزہ

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: روزے کی فضیلت اور اہمیت پر نوٹ تحریر کیجیے۔

جواب: عربی زبان میں روزے کو "صوم" کہتے ہیں جس کے لغوی معنی "رکنے یا بچنے" کے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک، کھانے پینے اور جنسی خواہشات سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پرہیز کرنے کے عمل کو "روزہ" کہتے ہیں۔

روزے کی اہمیت اور فضیلت: ہر عاقل، بالغ، مسلمان، صحت مند، مرد اور عورت پر رمضان کے تمام ایام کے روزے رکھنا فرض ہیں، روزہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: مومنو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 183)

روزے ایسی عبادت ہے جس کے بہت سے جسمانی اور روحانی فائدے ہیں، حضور ﷺ کی حدیث قدسی میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے، کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

روزوں کی برکات اور اثرات: روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو مومن کو تقویٰ، تقی اور ضبط نفس، خود کو برائی سے بچانے اور نیکی جیسی صفات سکھاتی ہے، روزہ رکھنے اور افطار کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں، سحر اور افطار کے اوقات دعاؤں کی قبولیت کے ہوتے ہیں، جو شخص روزے کے آداب کا خیال نہیں رکھتا، اسے بھوک اور پیاس کے سوا کوئی ثواب نہیں ملے گا، روزہ بہت سی دوسری عبادات کے اہتمام میں مدد کرتا ہے۔

رمضان المبارک کی فضیلت: رمضان کا مہینہ بابرکت ہے جس میں قرآن کریم ہدایت کے لیے نازل ہوا اور رمضان المبارک میں مساجد اور گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کا بہت اہتمام ہوتا ہے، اس مہینے میں آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، روزے فرض ہوئے، شب قدر جیسی بابرکت رات ملی اور ہر نیک کام کا اجر و ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

لیلۃ القدر کی فضیلت: رمضان کے آخری عشرے میں ایک رات لیلۃ القدر یا شب قدر بھی ہے، جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، اس رات کو خفیہ رکھا گیا، تاکہ لوگ آخری عشرے کی طاق راتوں میں اچھی طرح عبادت کر سکیں، جس کو یہ رات نصیب ہو گئی، اسے ہزار مہینوں کی عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

روزے کے فائدے اور انسانی زندگی پر اثرات: روزے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور جسمانی صحت بھی بہتر ہوتی ہے، انسان نیکی اور پرہیزگاری کے کام کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور برائیوں سے اجتناب کرتا ہے، خیرات، صدقات اور فطرے کے ذریعے معاشرے کے غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرتا ہے، جو اتحاد کے لیے بہترین عمل ہے، پورے مہینے کی عملی مشق سے انسان کو جسمانی، روحانی، انفرادی، اجتماعی اور دیگر بے شمار فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

سوال: روزہ رکھنے کے فائدے اور انسانی زندگی پر پڑنے والے صحافی اثرات بیان کیجیے۔

جواب: عربی زبان میں روزہ کے لیے "صوم" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کے لفظی معنی ہیں "رکنا"۔ شریعت کی اصطلاح میں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے عبادت کی غرض سے رکنے کا نام "روزہ" ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قدکم لعلکم تتقون

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کے گئے ہیں جیسے تم سے قبل لوگوں پر فرض کے گے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (البقرہ: ۱۸۳)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: الصیامُ جُنّۃ۔ ترجمہ: روزہ (دوزخ سے) ڈھال ہے۔

روزے کے انسانی زندگی پر اثرات

انفرادی اثرات: روزہ دینی نوعیت کی ایک ایسی عبادت ہے جس سے انسان اپنے نفس کو کنٹرول کر سکتا ہے، انسانی زندگی پر روزے کے درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ضبط نفس: روزہ انسان کو ضبط نفس کی تعلیم دیتا ہے اور انسان چاہے کتنا ہی نازوں میں پلا ہو، اور کھانے پینے کی اشیاء موجود ہوں، لیکن اس کے باوجود انسان شدید بھوک پیاس کی صورت میں بھی اپنے نفس پر کنٹرول کرتا ہے، جس کی بدولت انسان کے لئے عام روزمرہ زندگی میں نفس کو کنٹرول میں رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

پابندی وقت: وقت پر سحری، وقت پر افطاری، باجماعت نمازیں اور وقت پر تراویح ادا کرنے سے انسان کے اندر وقت کی پابندی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے، جو رمضان کے علاوہ عام روزمرہ زندگی کے دوسرے امور میں بھی وقت کی پابندی کا درس دیتی ہے اور انسان ہر موڑ پر وقت کی پابندی کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔

جذبہ ہمدردی: روزہ انسان کے اندر جذبہ ہمدردی پیدا کرتا ہے، روزہ رکھنے سے درمیانے طبقے کو اس بات کا احساس ہوتا ہے، کہ غریب طبقے کے لوگ کس طرح فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے ہیں، جس سے انسان کے اندر ایثار، انفاق فی سبیل اللہ اور ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

تقویٰ اور روحانی ترقی: روزے کا اصل مقصد تقویٰ کا حصول ہے، تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے منع کردہ تمام امور سے خود کو بچایا جائے، جب انسان تمام مواقع موجود ہونے کے باوجود بھی نفس پر قابو رکھتا ہے، تو اس سے تقویٰ خدا کا خوف اور روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

جسمانی صحت: عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ روزے سے انسانی جسم کمزور ہوتا ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، روزہ انسان کی روح کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کو بھی طاقت پہنچاتا ہے، انسان کے اندر جسمانی طور پر پورے نظام میں بہتری پیدا کرتا ہے۔

پیروی شریعت کی مشق: انسان کو دنیا میں بھیجا گیا، تو کچھ چیزوں کو حلال رکھا گیا اور کچھ کو حرام، حرام کاموں سے روکا گیا اور حلال کام انجام دینے کی اجازت دی گئی، لیکن رمضان میں امور حلال سے بھی روکا گیا، تاکہ اس مشق اور پریکٹس کی بدولت رمضان کے علاوہ باقی 11 مہینوں میں کم از کم حرام کاموں سے بچنے کی مشق ہو، اس طرح روزے کی حیثیت ایک پریکٹس سیکشن کی سی ہے۔

اجتماعی زندگی پر روزوں کے اثرات

دوسروں کے دکھ درد میں شرکت: روزہ انسان کو دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا درس دیتا ہے، جب انسان سارا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اسے غریب پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے دکھ کا احساس ہوتا ہے اور ان کی مالی مدد شوق اور جذبے سے کرتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک پرسکون معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

باہمی یگانگت: ایک ہی وقت میں پوری دنیا کے اندر ایک عبادت میں مصروف رہنا، باہمی یگانگت کے فروغ کا سبب بنتا ہے، اس اعتبار سے نبی اکرم ﷺ نے ماہ رمضان کو غمگساری اور مواخات کا مہینہ قرار دیا۔

ریاکاری سے پاک عبادت: روزہ وہ واحد عبادت ہے جس میں کوئی ریاکاری یا دکھلاوا نہیں ہو سکتا، یہ پوشیدہ عبادت ہے جس میں بندے کا بلاواسطہ رب سے تعلق ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر بھی میں ہی دوں گا۔

قناعت کی عادت: سارا دن بھوکا پیاسا رہ کر انسان اپنے نفس کی خواہشات کو مارتا ہے، کم سے کم غذا پر اکتفا کی عادت انسان میں قناعت وایثار کی صفت پیدا کرتی ہے۔

مخصوص اسلامی ثقافت: رمضان کی آمد سے اسلامی معاشرے میں ایک اچھا سا قائم ہو جاتا ہے اور اسلامی ثقافت کا حسین مظاہرہ پیش کیا جاتا ہے مساجد آباد ہوتی ہیں، سحر وافطاری میں روایتی کھانے پکائے جاتے ہیں، غرض کہ میلے کا سماں ہوتا ہے، بلاشبہ یہ سب کچھ رمضان المبارک ہی کی بابرکت گھڑیوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رمضان اور پاکستان: پاکستانی مسلمانوں کے لیے رمضان کی خاص اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے مبارک رات یعنی شب قدر میں ہمیں آزادی عطا فرمائی، رمضان کی 27ویں شب کو پاکستان کی آزادی کا عمل وجود میں آیا۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس مملکت میں اسی کتاب مقدس کا نظام زندگی نافذ کیا جائے، جو اس مبارک شب میں نازل ہوئی ہے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: روزے کے معنی اور مفہوم بتائیے۔

جواب: عربی زبان میں روزہ کے لیے "صوم" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے لفظی معنی ہیں "رکنا"۔ شریعت کی اصطلاح میں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک، کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے عبادت کی غرض سے رکنے کا نام "روزہ" ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قدکم لعلکم تتقون

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کے گئے ہیں، جیسے تم سے قبل لوگوں پر فرض کے گے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (البقرہ: ۱۸۳)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: الصیامُ جُنّۃ۔ ترجمہ: روزہ (دوزخ سے) ڈھال ہے۔

سوال: لیلۃ القدر کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: رمضان کے آخری عشرے میں ایک رات لیلۃ القدر یا شب قدر بھی ہے، جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، اس رات کو قرآن مجید نازل کیا گیا، اس رات کو خفیہ رکھا گیا یہ اس لیے ہے تاکہ لوگ اس عشرے کی طاق راتوں میں اچھی طرح عبادت کر سکیں، جس کو یہ رات نصیب ہو گی، اسے ہزار مہینوں کی عبادت کرنے سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

سوال: روزہ رکھنے کے کوئی پانچ فائدے تحریر کیجیے۔

جواب: روزہ رکھنے کے پانچ فائدے درجہ ذیل ہیں:

☆ روزے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

☆ جسمانی صحت بہتر ہوتی ہے۔

☆ روزے سے انسان نیکی اور پرہیزگاری کے کام کرنے کی کوشش کرتا ہے برائیوں سے اجتناب کرتا ہے۔

☆ روزے کی برکت سے انسان خیرات، صدقات اور فطرے کے ذریعے معاشرے کے غریب اور لوگ نادار لوگوں کی مدد کرتا ہے، جو اتحاد کے لیے بہترین عمل ہے۔

☆ پورے مہینے کے عملی مشق سے انسان کو جسمانی، روحانی، انفرادی اور اجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

حج

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: حج کی اہمیت بیان کیجیے۔

جواب: حج کے لغوی معنی ہیں "ارادہ کرنا" شریعت کی رو سے حج کے ایام میں بیت اللہ کی زیارت اور دیگر مخصوص اعمال انجام دینے کو "حج" کہتے ہیں، حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے جو ہر صاحب استطاعت، عاقل، بالغ، مسلمان مرد اور عورت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔

ایام حج: ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ سے لے کر 12 تاریخ تک اعمال حج ادا کیے جاتے ہے، ان پانچ ایام کو "ایام حج" کہا جاتا ہے۔

حج کی اہمیت قرآن سے: 1۔ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ۔ ترجمہ: حج کے مہینے معین ہیں جو معلوم ہیں۔

2۔ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ ترجمہ: لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جو کوئی بیت اللہ تک آنے کی قدرت رکھتا ہو، وہ حج کے لئے آئے۔

حج کی اہمیت احادیث سے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا۔ ترجمہ: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے، لہٰذا تم حج کرو۔

حج کے فضائل و اہمیت: حج ایک عظیم جسمانی اور مالی عبادت ہے جس کے لیے بڑے اجر و ثواب کی بشارت ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ: اور لوگوں پر اللہ کا حق (حج) فرض ہے کہ جو اس گھر تک آنے کی طاقت رکھے وہ اس کا حج کرے۔

جس مسلمان نے تمام آداب کی رعایت رکھتے ہوئے حج ادا کیا، اس کے لیے گناہوں سے پاک ہونے کی خوشخبری ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: جس نے اللہ کے رضا کے لیے حج کیا اور نفسانی خواہشات کی باتوں سے پرہیز کیا اور کوئی گناہ نہیں کیا، وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے نئے بچے کی طرح ہے یعنی وہ گناہوں سے پاک ہو گیا۔

حج کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قران۔ (۲) تمتع۔ (۳) افراد۔

(۱) حج قران: قران کے لفظی معنی ہیں ملانا۔ یہ وہ حج ہے جس میں حج اور عمرہ دونوں عبادات کیلئے ایک احرام باندھ کر مناسک حج و عمرہ ادا کئے جائیں۔ یعنی دونوں عبادات کے درمیان احرام کھول کر فاصلہ نہ کیا جائے بلکہ جس احرام سے ایک عبادت کی جائے اس کو جاری رکھتے ہوئے دوسری عبادت بھی ادا کی جائے۔ گویا اس حج میں دونوں عبادات یعنی حج و عمرہ کو ایک احرام کے اندر ملایا جاتا ہے۔

(۲) حج تمتع: تمتع کے لفظی معنی ہیں فائدہ اٹھانا۔ یہ وہ حج ہے جس میں پہلے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر ادا کیا جائے، پھر احرام کھول دیا جائے اور کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ احرام باندھ کر دوسری عبادت ادا کی جائے۔

(۳) حج افراد: افراد کے لفظی معنی ہیں اکیلا و تنہا۔ یہ وہ حج ہے جس کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی نہ کی جائے، بلکہ صرف حج کا احرام باندھ کر مناسک حج ادا کئے جائیں۔

مناسک حج: حج کا آغاز مردوں کے لیے دو سفید چادروں اور عورتوں کے لیے ایک سادہ لباس پہننے سے ہوتا ہے، جسے "احرام" کہتے ہیں، حضور ﷺ کے بیان کردہ مخصوص مقامات جنہیں "میقات" کہا جاتا ہے، وہاں سے عام کپڑے نکال کر احرام کی دو چادریں پہنی جاتی ہیں اور پھر حج یا عمرے کی نیت کی جاتی ہے، اس کے بعد حج کے مختلف اعمال انجام دیئے جاتے ہیں جنہیں "مناسک حج" کہتے ہیں جو درجہ ذیل ہیں:

احرام باندھنا: دو سفید چادریں۔

طواف: بیت اللہ کے گرد سات چکر لگانا۔

سعی: صفہ مروہ کے درمیان دوڑنا۔

وقوف عرفہ: عرفات ایک جگہ کا نام ہے جہاں ذوالحجہ کو زوال کے بعد سے عشاء تک ٹھہرنا ضروری ہوتا ہے جسے "وقوف عرفات" کہتے ہیں۔

قیام مزدلفہ: وہ جگہ جہاں دس ذی الحجہ کی رات عازمین حج مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔

رمی الجمار: رمی کے معنی پتھر مارنا اور جمار جمرہ کی جمع ہے۔

نحر: قربانی کرنا۔

حلق راس: بال منڈوانا۔

حج کے فوائد: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج فرض ہے، جس میں انسان جانی، مالی اور روحانی لحاظ سے تمام عبادات کی ادائیگی کا شرف حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا ہے، حج میں تمام گورے اور کالے، عرب و عجم، سب لوگ بلا تفریق بارگاہ الٰہی میں عبادت کے لئے حاضر ہوتے ہیں، یہ عمل بھی انسانی مساوات کا ثبوت ہے، دنیا بھر کے لوگ ایک دوسرے سے ملتے اور ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں، مختلف ممالک کی اشیاء کی تجارت، اسلامی قوت اور بھائی چارہ، باہمی ہمدردی کا پرچار ہوتا ہے، عمرہ اور حج کے ایام کے علاوہ باقی دنوں میں احرام کے ساتھ زیارت کی نیت سے خانہ کعبہ کا طواف کرنا، صفا مروہ کے درمیان دوڑنا، حلق یا قصر کرنے کو "عمرہ" کہتے ہیں

سوال: مناسک حج تحریر کیجئے۔

جواب: حج کے لغوی معنی ہیں "زیارت کا ارادہ کرنا" ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں بیت اللہ کی زیارت کرنا اور مخصوص مناسک (طواف، سعی، رمی وغیرہ) حج کہلاتا ہے۔

حج کی غرض و غایت چند مخصوص مقامات کی صرف زیارت ہی نہیں، بلکہ اس کی پشت پر ایثار، قربانی، محبت اور خلوص کی ایک درخشاں تاریخ موجود ہے۔ یہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام جیسی عظیم ہستیوں کے خلوص و عظیمت کی بے مثال داستان ہے۔

حج ایک جامع عبادت ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ گناہوں کی بخشش ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من حج الله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه.

ترجمہ جو اپنی خالص اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حج کرتا ہے اور دوران حج فسق و فجور سے باز رہتا ہے، وہ اس طرح (گناہوں سے پاک ہو کر آتا ہے) جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔" (بخاری)

حج ذی الحجہ کی ۸ تاریخ سے لے کر ۱۲ تاریخ تک ادا کیا جاتا ہے، ان پانچ دنوں کو ایام حج کہتے ہیں۔

مناسک حج: حج کا آغاز مردوں کے لیے دو سفید چادروں اور عورتوں کے لیے ایک سادہ لباس پہننے سے ہوتا ہے، جسے "احرام" کہتے ہیں حضور ﷺ کے بیان کردہ مخصوص مقامات جنہیں "میقات" کہا جاتا ہے، وہاں سے عام کپڑے نکال کر احرام کی دو چادریں پہنی جاتی ہیں اور حج یا عمرے کی نیت کی جاتی ہے، اس کے بعد حج کے مختلف اعمال انجام دیئے جاتے ہیں، جنہیں "مناسک حج" کہتے ہیں جو درجہ ذیل ہیں:

احرام باندھنا: مردوں کے لئے دو سفید چادریں۔ جبکہ عورتوں کا احرام عام لباس ہوتا ہے، صرف چہرہ، دونوں ہاتھ اور پاؤں کو ڈھانپنا منع ہوتا ہے۔

طواف خانہ: کعبہ کے گرد سات چکر لگانا۔

سعی: صفہ مروہ کے درمیان دوڑنا، صفا مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں، جن کے درمیان حج اور عمرے کے دوران طواف کے بعد سات چکر پورے کیے جاتے ہیں۔

وقوف عرفہ: عرفات ایک جگہ کا نام ہے، جہاں ذوالحجہ کو زوال کے بعد سے عشاء تک ٹھہرنا ضروری ہوتا ہے، جسے "وقوف عرفات" کہتے ہیں اور عرفات میں حجاج کرام نماز ظہر اور عصر کو ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔

قیام مزدلفہ: وہ جگہ جہاں دس ذی الحجہ کی رات عازمین حج، مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔

رمی الجمار: رمی کے معنی پتھر مارنا اور جمار جمرہ کی جمع ہے جس کے معنی علامتی ستون ہیں، جو جمرہ اولیٰ، جمرہ وسطیٰ اور جمرہ کبریٰ کے ناموں سے منیٰ کے میدان میں موجود ہیں، انہیں کنکریاں مارنے کے عمل کو "رمی الجمار" کہا جاتا ہے۔

نحر: قربانی کرنا، جو عازمین حج، قران یا تمتع کرتے ہیں ان پر قربانی واجب ہے، یہ قربانی سنت ابراہیمی کی یاد میں ہے۔

حلق راس: بال منڈوانا، تمام اعمال حج سے فارغ ہونے کے بعد آخر میں سر کے بال منڈوانا۔

ان تمام اعمال کے بعد حاجی احرام کھول سکتا ہے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: سعی کیا ہے؟

جواب: سعی کے لغوی معنی ہیں "کوشش کرنا" یا "دوڑنا"

اصطلاح شریعت میں صفا مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں، جن کے درمیان حج اور عمرے کے دوران طواف کے بعد سات چکر پورے کیے جاتے ہیں اور دوڑا جاتا ہے، اس عمل کو حج اور عمرے کے دوران کیا جاتا ہے "سعی" کہا جاتا ہے۔

سوال: حج کے فوائد بیان کیجئے۔

جواب: حج اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کیا ہوا، ایک خاص عمل ہے، جس میں انسان جانی و مالی اور روحانی لحاظ سے تمام عبادات کی ادائیگی کا شرف حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا ہے، حج میں تمام لوگ بلا کسی تفریق کے بارگاہ الٰہی میں عبادت کرتے ہیں، یہ عمل انسانی مساوات کا ثبوت ہے، دنیا بھر کے لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں، مختلف ممالک کی اشیاء کی تجارت، اسلامی اخوت، بھائی چارے، باہمی ہمدردی اور دکھ درد کا بھی علم ہوتا ہے۔

سوال: عمرہ کیا ہے اس کے حقوق بتائیے۔

جواب: حج کے ایام کے علاوہ باقی دنوں میں احرام کے ساتھ زیارت کی نیت سے خانہ کعبہ کا طواف کرنے، صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے اور حلق یا قصر کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔ قران مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ترجمہ: اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ پورا کرو (سورۃ البقرہ ایت نمبر 192)

حضور ﷺ نے عمرے کے ثواب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: کہ ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک کا عرصہ گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (نیکی والے) حج کا بدلہ جنت ہے (صحیح بخاری)۔

عمرہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، آپ ﷺ نے چار عمرے کیے اور ایک حج ادا کیا، اپنی ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کو بھی عمرہ ادا کرنے کی ترغیب دی۔ عمرہ کرنے سے انسان مقدس مقامات کی زیارت کی برکت بھی حاصل کرتا ہے، عمرہ گناہوں سے نجات کا ذریعہ ہے، جو لوگ حج کی طاقت اور حیثیت نہیں رکھتے، وہ عمرہ کر کے یہ سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ

حضور اکرم ﷺ بحیثیت رحمت اللعالمین

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: حضور ﷺ بحیثیت رحمت اللعالمین ہونے پر نوٹ تحریر کیجئے؟

جواب: لفظ رحمت کے لغوی معنی "رحم، شفقت اور مہربانی" کے ہیں۔ العالمین عالم کی جمع ہے جس کا معنی "تمام جہان" ہیں۔ رحمت اللعالمین کا مطلب ہے، حضور ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں، آپ ﷺ نے اپنی طرف سے دنیا کی کسی مخلوق کو تکلیف نہیں پہنچائی، بلکہ ان کے جان و مال کی پاسداری فرمائی، تاکہ کسی کو بھی ان کے ساتھ زیادتی کرنے کا موقع نہ ملے۔

مخلوقات میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، جن کے لیے قران مجید فرماتا ہے:

ہم نے آپ کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

حضور ﷺ نہ صرف اپنے اور قریبی لوگوں کے رحمت ہیں، بلکہ آپ کی رحمت سے اپنے پرائے، سب بہرہ ور ہوتے تھے، حضور ﷺ کی رحمت عام تو تھی ہی، لیکن بچے، عورتیں، غلام، یتیم، غریب، بوڑھے، عام لوگ اور جانور وغیرہ پر آپ ﷺ کی رحمت بہت زیادہ تھی۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں ایک چھوٹا بچہ تھا، میں حضور ﷺ کی نگرانی میں رہتا تھا، ایک دفعہ کھانے کے دوران میرا ہاتھ تھالی میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اپنی طرف سے اور داہنے ہاتھ سے کھایا کرو۔

فتح مکہ کے وقت حضور ﷺ نے اپنے دشمنوں کو عام معافی دے کر دنیا کے سامنے رحمت اللعالمین ہونے کا عملی مظاہرہ کیا، حضور ﷺ کی رحمت اور آپ کے پیغام ہدایت کی بدولت تمام انسان سیدھے راستے پر آ گئے اور ابدی نقصان سے بچ گئے، اس لطف کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے اس مہربانی کو یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

حضور ﷺ کے سامنے ایک آدمی نے چرپایے کے گھونسلے سے اس کا بچہ نکالا، تو آپ ﷺ نے اسے حکم فرمایا: کہ اس چرپایا چیزہ واپس رکھ دو، اور اسے تکلیف نہ دو۔

ایک دفعہ باغ میں حضور ﷺ نے ایک اونٹ کو گزرتے ہوئے سنا جب آپ ﷺ نے مالک سے فرمایا: کہ اس نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ یہ مجھے کھانا کم دیتا ہے اور وزن زیادہ رکھتا ہے، حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حضور ﷺ بچوں کے لیے کس طرح رحمت ہیں؟

جواب: حضور اکرم ﷺ بچوں سے بے پناہ شفقت، پیار اور محبت فرماتے تھے، انہیں اپنی گود میں بٹھا کر کھلایا کرتے تھے، بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا رویہ ہمیشہ شفقت اور محبت والا رہا ہے، اگر کوئی بات سمجھانی ہوتی تو نرمی اور شفقت سے ان کی تربیت فرماتے تھے، آپ ﷺ بچوں کے حقوق کی پابلی کو برداشت نہیں کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی، لیکن آپ ﷺ نے کبھی بھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا: کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ یا ایسا کیوں نہیں کیا؟ اور کبھی سختی سے مخاطب نہیں کیا۔

سوال: عورتوں اور عام انسانوں کے لیے رحمت ہونے کی کچھ مثالیں بیان کریں؟

جواب: اسلام سے پہلے پوری دنیا اور بالخصوص عرب کی عورتیں بہت زیادہ مظلوم تھیں، انہیں مال و دولت سمجھا جاتا تھا، ان کے رشتہ داران کی پیدائش پر اس قدر ناراض ہوتے کہ کبھی کبھی انہیں زندہ دفن کر دیتے تھے، انہیں معاشرے میں بہت معمولی سا درجہ دیا جاتا تھا، حضور ﷺ جب اسلام کا پیغام لائے، تو ہر عورت کو ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کا درجہ دے کر ان کے حقوق کا تعین کیا، انہیں اپنے شوہر، بھائی، باپ اور اولاد کے لیے عزت کا سبب بنایا، ان کی حفاظت اور کفالت کی ذمہ داری سرپرستوں پر ڈال دی، انہیں مال وجائیداد رکھنے اور باوقار زندگی گزارنے کا موقع دیا، انہیں والدین کی وراثت میں حصہ کا حقدار ٹھہرایا اور دوسرے لوگ بھی ان کے وارث بن سکتے ہیں۔

سوال: یتیموں اور مسکینوں کو رحمت اللعالمین سے کیا فیض حاصل ہوا؟

جواب: یتیم وہ بچہ ہے جو نابالغ ہو اور جس کا باپ فوت ہو جائیں۔ جبکہ مسکین سے مراد وہ شخص ہے، جو غریب اور معاشی طور پر کمزور ہو، حضور ﷺ معاشرے کے کمزور اور نادار لوگوں کو بھرپور انداز میں تسلی دیتے تھے، اور ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کی کرتے تھے، ان میں غریب اور یتیم بھی شامل ہیں، قران مجید میں بہت سے مقامات پر یتیموں اور مسکینوں کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے، یتیم اور مسکین بھی زکوۃ کے مصارف میں شامل ہیں، ایک مسکین آپ ﷺ کی خدمت میں سوالی بن کر آیا،

آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا، جناب ایک پیالہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بیچ دو اور کلہاڑی خرید لو، پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کلہاڑی میں ایک دستہ لگا کر اس سے فرمایا: تم کلہاڑی سے لکڑیاں کاٹ کر انہیں بیچ کر اپنا پیٹ پالو، یہ لوگوں کے سامنے سوال کرنے سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ غریبوں اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور عملی طور پر اس کا ثبوت بھی دیا۔

حضور ﷺ بحیثیت معلم اور مربی، منتظم، سپہ سالار اور منصف

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: حضور ﷺ بحیثیت معلم، منتظم، سپہ سالار اور منصف ہونے کا مفہوم بتائیے۔

جواب: جس ملک اور معاشرے میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، وہ علم و اخلاق کی انتہائی پستی کو پہنچ چکا تھا، ادب، اخلاق اور تعلیم بہت کم گھرانوں تک محدود تھی، ایسی پسماندہ صورتحال کی وجہ سے اس دور کو "دور جہالت" کہا جاتا ہے۔ اس صورتحال کے باوجود آپ ﷺ کا خاندان مبارک علم، اخلاق اور کردار میں اعلیٰ اور ممتاز حیثیت رکھتا تھا، حضور ﷺ کو اس دور میں بھی اخلاق و کردار کی وجہ سے "صادق اور امین" کے القابات سے پکارا جاتا تھا، اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ کی مزید خوبیوں اور اعلیٰ صفات کا ظہور ہوا، جن میں بحیثیت معلم، مربی، منتظم، سپہ سالار اور منصف اہم ہے۔

حضور ﷺ بحیثیت معلم اور مربی: حضور ﷺ نے اپنی بے شمار اعلیٰ صفات میں سے جن خوبیوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے، ان میں ایک معلم بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں اس کو مسلمانوں پر احسان قرار دیا، کیونکہ تعلیم و تربیت سے ہی اعلیٰ شخصیات تیار ہوتی ہیں، جس سے معاشرہ اور ملک ترقی کرتے ہیں، حضور ﷺ کا طرز تعلیم خیر خواہی، ہمدردی، مساوات و نصیحت پر مبنی تھا، تعلیم و تربیت میں کبھی سختی اور بے رحمی سے پیش نہیں آئے، مختصر اور جامع الفاظ میں اپنا موقف بیان کرتے تھے، ضرورت پڑنے پر اہم بات کو بار بار دہراتے، سامعین کو سمجھانے کے لیے مثالیں بھی دیتے، بعض اوقات سوال و جواب کے ذریعے سامعین کو سمجھاتے، انہیں اچھے کام کرنے، اپنے فرائض بخوبی انجام دینے کی ترغیب دیتے اور دل جوئی کے لیے کسی کسی کو انعامات بھی دیتے، حضور ﷺ نے تعلیم و تربیت کے فروغ کے لیے تعلیمی ادارے اور اساتذہ تیار کروائے۔

حضور ﷺ بحیثیت منتظم: حضور ﷺ اعلان نبوت کے بعد سے ہجرت مدینہ تک مسلمانوں کے سربراہ اور امیر تھے، آپ کے پاس کسی علاقے یا ریاست کا انتظام نہیں تھا، اس دور میں آپ ﷺ لوگوں کو فکری اور نظریاتی اعتبار سے مضبوط بنانے کی کوشش کر رہے تھے، ہر مرحلے پر اپنے جانثار ساتھیوں کو صبر و تحمل، دعوت و تبلیغ کی تلقین اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے، صرف 13 سال کے قلیل عرصے میں یہ جماعت مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئی اور وہاں ملک کا انتظام سنبھالنے کے لائق ہو گئی، حضور ﷺ نے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد سے پہلی اسلامی ریاست قائم فرمائی، جس کے آپ ﷺ خود منتظم اور سربراہ ہوئے، سب سے پہلے دستور بنایا، جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے، اس کے بعد بھائی چارے کے ذریعے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رہن سہن اور معاشی مسئلے کا حل فرمایا اور ساتھ ہی ریاست کے حفاظت کے لیے باقاعدہ فوجی انتظامات کیے گئے، جس میں مجاہدین حسب روایت دشمنوں سے لڑتے رہے، تعلیم کی تربیت بہتری کے لیے صفہ اور دیگر ادارے قائم کیے، حضور ﷺ نے غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی دیکھ بھال کی بذات خود ذمہ داری لی۔

حضور ﷺ بحیثیت سپہ سالار: حضور ﷺ کی تعلیم و تربیت، نیز دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریاں، اعلان نبوت کے ساتھ ادا کرتے رہے، لیکن اس دور میں آپ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی مسلح سرگرمی میں حصہ نہیں لیا، یہاں تک کہ اسلامی ریاست کے تحت ہجرت کے بعد سن دو ہجری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلائے کلمۃ اللہ اور ریاست اسلامی کی دفاع کے لیے فوج تیار کی گئی، اس لیے کہ نئی ریاست مدینہ کو دشمنوں کی طرف سے کافی خطرات تھے اور دشمنوں کے ارادوں کو دیکھ کر آپ ﷺ نے مختلف سپہ سالار مقرر کرنے کے علاوہ بذات خود 27 غزوات میں بحیثیت سے سپہ سالار حصہ لیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت منصف: اسلام کی پہلی ریاست میں حضور ﷺ لوگوں کی امن اور انصاف والے فیصلوں میں ہمیشہ عادل اور منصف تھے، آپ ﷺ فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کے لیے وقت دیتے تھے، اگر فیصلہ صلح اور مصالحت کا ہوتا، تو فریقین کو صلح پر راضی کرتے تھے، البتہ اگر معاملہ حدود، قصاص یا کسی کی حق تلفی کا ہوتا تو مجرم کے لیے شرعی اصول کے مطابق سزا کا فیصلہ کرتے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حضور ﷺ کی تعلیم وتربیت کی کون کون سی خوبیاں ہیں؟

جواب: حضور ﷺ نے اپنی بے شمار اعلیٰ صفات میں سے جن خوبیوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے، ان میں ایک معلم بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کو مسلمانوں پر احسان قرار دیا، کیونکہ تعلیم وتربیت سے ہی اعلیٰ شخصیات تیار ہوتی ہیں، جس سے معاشرہ اور ملک ترقی کرتے ہیں، حضور ﷺ کا طرز تعلیم نیر خواہی ، ہمدردی ، مساوات ونصیحت بھرا ہوتا تھا، تعلیم وتربیت میں کبھی سختی اور بے رحمی سے پیش نہیں آئے ، مختصر اور جامع الفاظ میں اپنا موقف بیان کرتے تھے ، ضرورت پڑنے پر اہم بات کو بار بار دہراتے ، سامعین کو سمجھانے کے لیے مثالیں بھی دیتے ، بعض اوقات سوال وجواب کے ذریعے سامعین کو سمجھاتے ، انہیں اچھے کام کرنے ، اپنے فرائض بخوبی انجام دینے کی ترغیب دیتے اور دل جوئی کے لیے کسی کسی کو انعامات بھی دیتے ، حضور ﷺ نے تعلیم وتربیت کے فروغ کے لیے تعلیمی ادارے اور اساتذہ تیار کروائے۔

سوال: معاشرے کو عدل اور انصاف مہیا کرنے میں حضور ﷺ کی خدمات بیان کیجیے؟

جواب: حضور ﷺ لوگوں کے امن اور انصاف والے فیصلوں میں ہمیشہ عادل اور منصف تھے ، آپ ﷺ فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کے لیے وقت دیتے ہیں ، اگر فیصلہ صلح اور مصالحت کا ہوتا ، تو فریقین کو صلح پر راضی کرتے تھے ، البتہ اگر معاملہ حدود ، قصاص یا کسی کی حق تلفی کا ہوتا تو مجرم کے لیے شرعی اصول کے مطابق سزا کا فیصلہ کرتے۔

ایک دفعہ حضرت ابن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کسی کے کھیت میں چلی گئی اور اسے نقصان پہنچایا، ان دونوں کی بات سننے کے بعد آپ ﷺ نے ایک اصول بتایا کہ دن کے وقت فصلوں اور املاک کی حفاظت مالک کی ذمہ داری ہے ، جب کہ رات کے وقت جانوروں کو قابو میں رکھنا ، ان کے مالکوں کا کام ہے ، اس فیصلے کے ساتھ ہی ان کے لیے نقصان کا معاوضہ بھرنے یا نہ بھرنے کا معاملہ واضح ہو گیا۔

اخلاق اور اداب صبر اور استقامت

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: صبر اور استقامت کی قرآن اور سیرت میں کیا اہمیت ہے؟

جواب : کسی کام کو خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے انجام دینے کو "ادب" کہتے ہیں اور اس کی جمع آداب ہے ، جبکہ ایک پختہ عادت اور برتاؤ کو اخلاق کہا جاتا ہے ، پھر اگر اچھی عادت اور خوبی ہے تو اس سے اچھا اخلاق کہا جاتا ہے اور اگر یہ بری خصلت اور برا کردار ہے تو اسے بد اخلاقی کہا جاتا ہے ، عام طور پر اخلاق سے مراد صرف اچھے کردار ، اچھائی اور انسانی صفات ہیں ، زندگی کو بامقصد اور کارآمد بنانے میں ادب اور اخلاق بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر مذہب ان چیزوں کا پرچار کرتا ہے ، اسلام میں ادب اور اخلاق کو دوسری عبادات سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ، حضور ﷺ کے اعلیٰ ترین مرتبے یعنی صاحب خلق عظیم تھے اور آپ ﷺ اخلاق مروت وقار کو پسند فرماتے تھے۔

صبر اور استقامت کا مفہوم: لفظ صبر کے لغوی معنی ہے "ٹھہر جانا، برداشت کرنا اور ڈٹ جانا" جبکہ استقامت اور ثبات قدمی کے معنی کے لیے "استقامت" استعمال ہوتا ہے ، اصطلاح میں صبر اور استقامت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے ہر نافرمانی اور گناہ سے اپنے آپ کو روکنا اور اس کام میں ہر مشکل اور دشواری کو برداشت کرتے ہوئے ، بے صبری نہ کرنا ، بلکہ استقامت کا مظاہرہ کرنا۔

صبر و استقامت کی اہمیت اور فضیلت: قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کیے گیا ہے ، ترجمہ : اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانو اور میوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 155)

قرآن کریم میں اللہ نے صبر کو مومنوں کی صفات میں شمار کیا ہے اور صبر اختیار کرنے والوں کو انعامات کی خوشخبری دی ہے ، صبر کرنے والے لوگ کبھی ناکام نہیں ہوتے ، صبر انبیاء کی سنت ہے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس اے نبی ! جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں ، اسی طرح آپ بھی صبر کریں (سورۃ الاحقاف آیت نمبر 35)

سوال: صبر کی اقسام کی وضاحت کیجیے۔

جواب: صبر کے معنی "روکنے اور برداشت" کرنے کے ہیں ، یعنی اپنے نفس کو خوف اور گھبراہٹ سے روکنا اور مصائب کو برداشت کرنا۔ استقلال کے معنی استقیام اور مضبوطی کے ہیں ، الغرض صبر واستقلال دل کی مضبوطی ، اخلاقی بلندی اور ثبات قدمی کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (سورہ البقرہ آیت:153)

قرآن پاک میں صبر کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے ، اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان میں فرماتے ہیں ، ترجمہ : اور جو مصیبت آپ کو پیش آئے ، اُسے برداشت کرو ، یہ بڑے عزم کی بات ہے۔

صبر کرنے والوں کے لئے خوشخبری:

صبر سے کام لینے کا اور صبر کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے۔ اللہ نے ان سے تین چیزوں کا وعدہ کیا:

ان کے لیے اللہ کا ساتھ ہے ، اس کی رحمت اور ہدایت ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہے اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (سورہ البقرہ آیت:157)

صبر کی تین اقسام ہیں:

1۔ **صبر عن المعصیت:** اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کے کاموں سے اپنے آپ کو روکے رکھنا۔

گناہوں سے بچنا ، صبر کی اعلیٰ قسم ہے ، جب انسان حرام کاموں اور برے کاموں سے پرہیز کرتا ہے۔ ممنوعہ کاموں سے پرہیز کرنے کے لیے خواہشات کے خلاف بڑی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اور شیطان کے برے اثرات سے بچنے کے لیے بہت صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ گناہوں کا موقع ملنے پر صبر کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ پر لاگ آن کرنا اور مختلف قسم کے گناہوں میں مشغول ہونا آسان ہے ، دو لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اور تیسرے کے بارے میں بات کرنا آسان ہے۔ اس سب کے لیے ایک خاص صبر کی ضرورت ہے کیونکہ گناہ کرنے کا موقع ہمارے چاروں طرف ہے۔

2۔ **صبر علی الطاعات:** اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت پر قائم ودائم رہنا۔

اعمال صالحہ پر صبر اس وقت ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے فرائض کی ادائیگی اور اعمال صالحہ کے لیے مسلسل محنت کرتا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے: "اللہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ، پس اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں ثابت قدم رہو" (قرآن 19:65)۔

جو نیک کام وہ کر رہا ہے اس پر ثابت قدم رہنا چاہیے ، توجہ مرکوز رکھنی چاہیے اور ان کو بہترین طریقے سے کرنے کے لیے صبر کرنا چاہیے۔

3۔ **صبر علی قضاء اللہ وقدرہ:** انسان جس بھی قسم کی آزمائش اور تکلیف میں مبتلا ہو ، اس پر صبر کرنا اور کوئی شکوہ یا شکایت زبان پر نہ لانا۔

اللہ تعالیٰ انسان کی مشکلات کا تعین کرتا ہے۔ اہل ایمان مشکل کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا موقع سمجھیں گے۔ وہ سکون کا مظاہرہ کریں گے اور اس کے قریب آنے کے موقع کے لیے الحمدللہ کہیں گے۔ مشکل میں ہم نے جو کچھ بھی کھویا ، وہ بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لیے آخر کار اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ، کیونکہ ہم سب کو اسی کی طرف واپس جانا ہے۔

صبر کے فوائد:

صبر غمگین کی پناہ گاہ ہے ، کیونکہ یہ سکون فراہم کرتا ہے۔ یہ عدم برداشت اور اضطراب کے خلاف حفاظت بھی ہے۔ صبر کے بغیر ، مصیبت زدہ لوگ گر جاتے ہیں اور ذہنی اور جسمانی خرابیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ صبر بھی متوقع امید ہے جس کی وجہ سے خدا نے بڑے انعامات تیار کر رکھے ہیں۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حضور ﷺ نے صبر کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

جواب: صبر کی فضیلت کے حوالے سے حدیث بھی قرآن جیسی تعلیمات رکھتی ہے۔ حقیقی صبر تب آتا ہے جب ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے ، جو کوئی صبر کرتا ہے اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے ، اور یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے جھٹکوں سے دوچار کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حقیقی صبر مصیبت کے پہلے لمحے پر ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول ﷺ سے بھیک مانگی ، تو آپ نے انہیں دے دی۔ انہوں نے پھر سے بھیک مانگی ، تو آپ نے انہیں دوبارہ دے دی ، یہاں تک کہ جب آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

میرے پاس جو بھی اچھائی (مال) ہے ، میں اسے تم سے نہیں روکوں گا۔ جو شخص بھیک مانگنے سے باز آجاتا ہے ، اللہ اسے محتاجی سے بچاتا ہے۔ اور جس نے کفایت کی کوشش کی ، اللہ اسے کفایت کی حالت میں رکھے گا ، اور جو صبر کرتا ہے۔ اللہ اسے صبر کی طاقت دے گا ، صبر سے بہتر اور عظیم عطا کسی کو نہیں دی گئی۔

سوال: نبی کی زندگی میں حضور ﷺ کی صبر کے متعلق کون سی مثال ملتی ہے؟

جواب : حضور ﷺ کی نبی زندگی میں صبر سے استقامت کی بہترین مثالیں ملتی ہیں ، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے عزم کے ساتھ نکلے ، اپنوں اور غیروں نے آپ ﷺ کو صدمے ، پریشانیاں اور تکلیفیں پہنچائیں ، لیکن آپ ﷺ نے صبر سے کام لیا۔ آپ ﷺ کے رشتہ داروں نے بھی آپ سے منہ موڑ لیا اور قطع تعلق کر لیا ، شعب ابی طالب میں تین سال تکلیف میں گزارے اور ہجرت پر مجبور ہو گئے ، آپ ﷺ کے ساتھیوں کو شدید ستایا اور ان کے جانی دشمن بن گئے ، حضور ﷺ کے صحابہ کرام نے ان تمام مصائب کو برداشت کیا ، لیکن انہوں نے اپنے پیغام اور عزم سے منہ نہیں موڑا ، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے آبائی شہر مکہ تک کو چھوڑا اور مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لی ، مدنی زندگی میں اگرچہ مسلمانوں کو کفار سے لڑنے اور ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت تھی ، لیکن وہاں بھی آپ ﷺ نے اپنی زندگی انتہائی شفقت کے ساتھ بسر کی ، سختیوں اور تکلیفوں میں صبر کا مظاہرہ کیا۔

سوال: صبر اور استقامت کے فائدے بیان کیجیے۔

جواب : صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا ایک اہم عبادت اور پیغمبروں کی سنت ہے ، یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے ، لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رہیں گے ، صبر بہادری سے مصیبت کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ سکھاتا ہے ، صبر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں ، صبر کی وجہ سے انسان نقصان سے محفوظ رہتا ہے اور اسے ذہنی وقلبی سکون حاصل ہوتا ہے ، کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے۔

عفو اور درگزر

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: عفو اور درگزر کی اہمیت اور فضیلت بیان کیجیے۔

جواب: لفظ عفو کے معنی ہیں "معاف کرنا اور درگزر کے معنی ہیں ، "جانے دینا ، بھول جانا"۔

عفو اور درگزر کا مطلب ہے کہ جب کوئی شخص جہالت ، لاعلمی یا غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے کسی کو تکلیف دینے کا سبب بنتا ہے ، تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اسے معاف کر دینا اور کسی قسم کا انتقام نہ لینا۔

عفو اور درگزر کی فضیلت اور اہمیت: عفو ودرگزر اعلیٰ اخلاقی خوبی ہے ، جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنے بندوں کے لیے سب سے زیادہ موجود ہے ، بندہ جب اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو یاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے ، تو رب کریم اس کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں ، تمام گناہ مٹا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

کو عفو ودرگزر بہت زیادہ پسند ہے ، اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ اگر تم مرد لوگ سی اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیز گاری کی بات ہے اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا ، کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہے ہیں۔ (سورہ بقرہ:237)

دوسری آیت میں عفو اور درگزر کو مومنوں کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ:

جو خوشی اور تنگی میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ، اور غصے کو روکتے ہیں ، اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں ، اللہ ایسے نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ (سورہ آل عمران 134)

عفو اور درگزر حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں: آپ ﷺ نے عفو اور درگزر کو نہ صرف پسند کیا اور اس کی ترغیب دی ، بلکہ اسے عملی نمونے کے طور پر کر کے دکھایا ، جب آپ ﷺ نے طائف کے لوگوں کو دین کی دعوت دی ، تو انہوں نے نہ صرف ایمان لانے سے انکار کیا ، بلکہ آپ ﷺ کو زخمی بھی کیا ، جس پر فرشتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اجازت دیں کہ ان سب کو پہاڑوں کے بیچ میں پیس دیں ، تب آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنے والی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا ، جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

سوال: عفو ودرگزر کے فائدے بیان کیجیے۔

جواب: عفو ودرگزر ایک اعلیٰ خوبی اور عبادت ہے ، عفو ودرگزر اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ترین عمل ہے ، جس سے اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ، حضور ﷺ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملے میں بدلہ نہیں لیا ، بلکہ ہمیشہ درگزر فرمایا ، عفو ودرگزر سے نہ صرف آخرت میں بڑا اجر ملے گا ، بلکہ معاشرہ تلخیوں اور رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رہے گا ، اس سے تقویٰ اور پرہیز گاری حاصل ہوتی ہے ، انسان کا وقار بلند ہوتا ہے۔

سوال: حضور ﷺ کے معاف کرنے کی کوئی دو مثالیں بیان کیجیے۔

جواب: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نجد کی طرف حضور ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھے ، راستے میں ہم سب نے ببول کے درخت کے سائے تلے آرام کرنے کا فیصلہ کیا اور درختوں کے سائے میں ٹھہرنے کے لیے سواروں سے نیچے اتر گئے ، آپ ﷺ نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکا کر اس کے سائے میں آرام فرمایا ، پھر دیر گزری کہ رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کی آوازیں کانوں میں پڑی ، ہم وہاں پہنچے تو وہاں ایک عربی بیٹھا تھا ، حضور ﷺ نے فرمایا: میں آرام کر رہا تھا کہ اچانک کہ میرے اوپر تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور کہا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا ، میں نے اس سے تین بار کہا کہ "اللہ" یہ گھبرا گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی ، وہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا ، لیکن آپ ﷺ نے اس سے بدلہ نہیں لیا اور معاف کر دیا۔

حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ، کے قاتل وحشی بن حرب کو بھی معاف کر دیا اور اپنے صحابہ میں شامل کر لیا ، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جو تم سے رشتہ توڑے اس سے جوڑو ، اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔

سوال: آپ کی نظر میں عفو اور درگزر کی کیا حیثیت ہے۔

جواب: عفو ودرگزر اعلیٰ اخلاق خوبی اور عبادت ہے ، عفو ودرگزر اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ترین عمل ہے ، جس سے اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے ، حضور اکرم ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذاتی بدلہ نہیں لیا ، بلکہ ہمیشہ درگزر فرمایا ، عفو ودرگزر سے نہ صرف آخرت میں بڑا اجر وثواب ملے گا ، بلکہ معاشرہ تلخیوں اور رشتوں کی پھوٹ سے بھی محفوظ رہتا ہے ، اس سے تقویٰ اور پرہیز گاری حاصل ہوتی ہے اور انسان کا وقار بلند ہوتا ہے۔

عدل اور انصاف

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: عدل اور انصاف کا مفہوم اور اہمیت بیان کیجیے۔

جواب: عدل کے لغوی معنی "مساوات" اور انصاف کے معنی ہیں ، "کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا" ، عدل اور انصاف دونوں الفاظ ظلم اور ناانصافی کی مخالفت میں استعمال ہوتے ہیں۔ عدل وانصاف کا مطلب ہے ، ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا اور اسے مناسب اور مساوی طور پر استعمال کرنا۔ اعتدال ، مساوات ، قسط کے الفاظ بھی عدل وانصاف کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

عدل کی فضیلت اور اہمیت: عدل اور انصاف انسانی معاشرے کا بنیادی عنصر اور ضرورت ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا عدل اور انصاف کے تحت بنائی ہے، اسے اپنی تخلیق کردہ مخلوقات بہت پیاری اور محبوب ہے، اس نے اپنے علم و حکمت کی بنیاد پر ہر ایک کو ان کی زندگی، قسمت، کردار، نتیجہ اور انجام میں عدل انصاف کے ساتھ پیدا کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے، ترجمہ: بے شک ہم نے اپنے پیغمبر کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں اور میزان عدل نازل کیں، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ (سورۃ الحدید ایت نمبر 25)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو بھی کچھ فرمایا؛ اور حضرت محمد ﷺ نے جس بات کی تلقین فرمائی، یا عمل کر کے دکھایا ہے، وہ سب عدل ہے، لہذا ایمان، عبادت اور معاملات کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار میں عدل و انصاف کو اپنانا چاہیے، خصوصا شریعت میں عدل و انصاف کو مقدم رکھا گیا ہے اور اسی کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ترجمہ: اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو خرچ میں مدد دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم یاد رکھو۔ (سورۃ النحل ایت نمبر 90)

عدل و انصاف کی پابندی: جو شخص عدل انصاف کی پابندی کرتا ہے وہ تقویٰ کے قریب ہے اور متقی شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور کچھ لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے (سورۃ المائدہ آیت نمبر 8)

عدل کی اقسام: عدل اور انصاف ایک ہی چیز ہے، اس کا تعلق روزمرہ زندگی میں بہت سی چیزوں سے ہے، اس لیے اس کی کئی قسمیں یا حصے ہیں، ان میں سے چند درجہ ذیل ہیں:

1۔ معاشرتی عدل۔ 2۔ تجارتی عدل۔ 3۔ قانونی عدل۔ 4۔ سیاسی عدل۔ 5۔ معاشی عدل۔

سوال: عدل اور انصاف کی اقسام بیان کیجیے۔

جواب: عدل و انصاف کے معنی ہیں، برابر کرنا۔ اسلام کے نقطہ نگاہ سے عدل و انصاف کا مفہوم یہ ہے، کہ شرعی، اخلاقی، دینی، اقتصادی، سیاسی معاشرتی اور قانونی اعتبار سے تمام انسانوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔ حسب و نسب، امیر و غریب، شاہ و گدا، آقا غلام اور ذات پات کے امتیاز کی کوئی اہمیت نہیں۔ سامی تقریبات، دینی عبادات، نشست و برخواست، ذرائع معاشیات، مسجد کی صفوں اور قبرستان کی قبروں میں سب انسانوں کی حیثیت برابر ہے، البتہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں۔ خاندان، قبائل اور قومیں صرف پہچان اور تعارف کا ذریعہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت و رفعت کی علامت ہرگز نہیں۔ البتہ اللہ کے نزدیک ان سب میں سے زیادہ عزت و اکرام والا صرف وہ شخص ہے جو متقی اور پرہیزگار ہو۔

عدل کی اقسام: عدل اور انصاف ایک ہی چیز ہے، اس کا تعلق روزمرہ زندگی میں بہت سی چیزوں سے ہے، اس لیے اس کی کئی قسمیں یا حصے ہیں، ان میں سے چند درجہ ذیل ہیں:

معاشرتی عدل: معاشرے میں رہتے ہوئے گھر والوں کے ساتھ تعلقات اور ذمہ داریوں میں کردار اور گفتگو، کھانے پینے، چلنے پھرنے اور رویوں میں اعتدال اختیار کرنا بھی عدل ہے۔

تجارتی عدل: تجارت اور لین دین بھی اچھی چیزیں دینا، کاہلک کو بری اور ہلکی چیزوں سے آگاہ کرنا، ناپ تول پورا دینا، جھوٹی قسم نہ کھانا، نقلی اور جالی مصنوعات کی فروخت سے بچنا، سامنے والے سے مناسب الفاظ میں گفتگو کرنا، عدل اور انصاف کا تقاضا ہے، عہدہ، ذمہ داریاں، ملازمت جس طریقے سے آپ کے ذمہ دار ہے ادا کرنا بھی عدل ہے۔

قانونی عدل: جب کسی کا فیصلہ کرنا ہو، یا سنوائی کی جائے، تو عدل و انصاف کو سامنے رکھا جائے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ترجمہ: جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو، تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ (سورۃ النساء آیت:58)

سزا کے نفاذ میں عدل و انصاف ہونا چاہیے، قانون امیر اور غریب سب کے لیے برابر ہونا چاہیے۔

سیاسی عدل: جو کوئی سیاسی عہدے پر فائز ہو، یا حکومت کی کوئی ذمہ داری اس کے پاس ہو، تو اپنے ماتحتوں کو ان کے بنیادی حقوق کی ادائیگی میں عدل و انصاف کو اپنائے اور جہاں جس کا جتنا حق ہو، وہاں اسے اس طریقے سے انجام دینا بھی عدل و انصاف میں شامل ہے۔

معاشی عدل: معیشت اور اقتصادیات میں ہر فرد، خاندان، گاؤں، ضلع، شہر اور صوبے کے کچھ مشترکہ حقوق اور ذمہ داریاں ہوتی ہیں، جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا؛ میں ظلم کی تقسیم کا گواہ نہیں بنوں گا۔ (صحیح مسلم)

جب اپنی دوسری اولاد کو چھوڑ کر وہ اپنی جائیداد صرف ایک کو دینا چاہتا ہے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: عدل اور انصاف کے فائدے بیان کیجیے۔

جواب: عدل اور انصاف سے معاشرے سے ظلم اور ناانصافی ختم ہو جاتی ہے، عدل اور انصاف ہی معاشرے اور پوری دنیا کی اصلاح کا واحد ذریعہ ہے۔

سوال: عدل اور انصاف نہ ہونے سے معاشرے پر کیا منفی اثرات پڑتے ہیں۔

جواب: جس معاشرے میں عدل و انصاف نہ ہو، اس کا توازن بگڑ جاتا ہے، وہاں پر لوگوں کے لیے رہنا محال ہو جاتا ہے، لوگ ایک دوسرے کی جان اور مال کے دشمن بن جاتے ہیں اور دنیا کے اندر ایک فساد برپا ہونے لگتا ہے۔

سوال: حضور ﷺ کی زندگی سے عدل اور انصاف کی کوئی مثال دیجیے۔

جواب: حضور ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: میں ظلم کی تقسیم کا گواہ نہیں بنوں گا۔ جب اپنی دوسری اولاد کو چھوڑ کر وہ اپنی جائیداد صرف ایک کو دینا چاہتا ہے۔ (صحیح مسلم)

سوال: اسلامی اخوت کی اہمیت اور فائدے بیان کیجیے۔

جواب: لفظ اخوت کے لغوی معنی ہیں "بھائی چارہ اور بھائی بنا"۔ لفظ مواخات بھی انہی معنوں میں آتا ہے۔ جس کا مطلب ہے ایک دوسرے کا بھائی بنا۔ اسلامی اخوت کا مطلب ہے، بلا تفریق رنگ، نسل، قوم، زبان اور جنس کے صرف اسلام اور ایمان میں شریک ہونے کی وجہ سے اخوت اور بھائی چارے کو اپنانا اور ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھ کر اس سے بھائی جیسا سلوک کرنا۔

اسلامی اخوت کی فضیلت اور اہمیت: اخوت اور بھائی چارے کی دو قسمیں ہیں: ایک نسلی اور رشتہ داری والی، جس میں ایک ماں باپ کی اولاد کو بھائی سمجھا جاتا ہے، جبکہ دوسرا بھائی چارہ ایمان اور اسلام کے تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سورۃ الحجرات آیت نمبر 10 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ ترجمہ: تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسلامی اخوت کا رتبہ نسلی اخوت سے بڑھ کر ہے، کیونکہ اس اخوت کو قائم کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی کرتا ہے، حضور ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال اسلامی اخوت کا عملی نمونہ قائم کیا، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک مہاجر صحابی کو ایک انصاری صحابی کا بھائی بنا دیا گیا، آپ ﷺ نے ان کے درمیان جو رشتہ قائم کیا، وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیارا تھا، اور انصار صحابہ اپنے مالی طور پر کمزور اسلامی بھائیوں کو اپنے سگے بھائیوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اسلامی تاریخ میں اس موقع کو "مواخات مدینہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا تو وہ اسلامی اخوت کے حلقے میں داخل ہو جاتا، اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے اور خیر خواہی پر عمل کرنے لگتا۔

مسلمان بھائی سے قطع تعلق کرنا: آپ ﷺ نے فرمایا کسی مومن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے مومن بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت نہ کرے، اور اس کی خیر خواہی کرنے کے بجائے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اس کی تذلیل کرتا ہے، تقویٰ دل میں ہے، ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی جان، مال اور اس کی آبرو پر حملہ کرنا حرام ہے۔ (سنن ترمذی)

اسلامی اخوت کے فوائد: اسلامی اخوت اور بھائی چارے کو قائم کرنے سے مضبوط نسلی معاشرہ، قوی، سیاسی اور چھوٹی موٹی تقسیم پاک ہو کر برابری اور مساوات کے اصول پر قائم رہے گا۔ اسلامی بھائی چارہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور ہم آہنگی کا ذریعہ ہے، اسلامی اخوت کا جذبہ مسلمانوں کو اپنے مظلوم ستم رسیدہ اور کمزور مسلمانوں کا مکمل خیال رکھنے اور ان کی حمایت کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اسلامی بھائی چارے سے معاشرے میں امن، بھائی چارے، قربت، ایثار و ہمدردی کا جذبہ ترقی کرتے ہیں۔

سوال: اسلامی اخوت کے لغوی معنی اور مفہوم بیان کیجیے۔

جواب: اخوت عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ "اخ" سے بنا ہے اور اس کے معنیٰ "بھائی چارگی" کے ہیں۔ اسلام کی رو سے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، چاہے وہ جہاں کہیں بھی رہتے ہیں، ان کا کسی بھی رنگ و نسل اور وطن سے تعلق ہو، جو کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے وہ بحیثیت مسلمان ہمارا دینی بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان ایک پائیدار اور مستحکم رشتہ قائم کیا، جسے قرآن کریم نے "رشتہ اخوت" کا نام دیا ہے۔

سوال: بھائی چارے کے متعلق آپ ﷺ کے فرمان میں سے کوئی دو فرمان لکھیے۔

جواب: آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے شہر کے امن اور باشندوں کے آپس کے تعلقات کی طرف توجہ دی، آپ ﷺ نے تمام مہاجرین و انصار کو جمع کر کے اخوت اسلامی کا درس دیا اور مسلمانوں کے اندر مواخات قائم کر کے نہایت خوشگوار معاشرے کو تشکیل دیا، اس عہد مواخات کو انصار نے اس خلوص سے نبھائے کہ تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال ملنا ممکن نہیں۔

اخوت کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا نہ اس کو رسوا کرتا ہے، نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری حدیث ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

سوال: کون کو نسی چیزیں اسلامی اخوت کے خلاف ہیں؟

جواب: مذکورہ تمام باتوں پر عمل نہ کرنا، اخوت اسلامی کے خلاف ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کسی مومن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے مومن بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت نہ کرے اور اس کی خیر خواہی کرنے کے بجائے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اس کی تذلیل کرتا ہے، تقویٰ دل میں ہے، ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی جان، مال اور اس کی آبرو پر حملہ کرنا حرام ہے۔ (سنن ترمذی)

حقوق العباد

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: حقوق العباد کا مفہوم اور اہمیت بیان کیجیے۔

جواب: حقوق العباد عربی زبان کے الفاظ ہیں، حقوق حق کی جمع ہے، جس کے لفظی معنی ہے "ثابت، درست اور واجب"۔

جبکہ عباد، عبد کی جمع ہے جس کے معنی "بندے" کے ہیں، حقوق العباد کے معنی ہیں، بندوں کے حقوق۔

حقوق کی تقسیم دو طرح کی گئی ہے:

1۔ حقوق اللہ۔ 2۔ حقوق العباد

حقوق العباد: حقوق العباد پیشہ، جنس، عمر، مذہب اور رشتے کے لحاظ سے تقسیم ہوتے ہیں، جیسا کہ تاجروں، کاریگروں اور مزدوروں کے حقوق۔ مردوں اور عورتوں کے حقوق، بچوں، نوجوانوں، بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق، والدین، میاں بیوی، پڑوسیوں اور دوستوں کے حقوق وغیرہ۔

اسلام ایک عالمگیر اور انسان دوست مذہب ہے جو تمام انسانی حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔

بندوں کے حقوق کی اہمیت: قرآن و سنت میں حقوق اللہ کے بعد سب سے زیادہ اہمیت بندوں کے حقوق کو دی گئی ہے، انسانی حقوق میں دنیا کے ہر مذہب، ہر ذات، ہر نسل، ہر درجے اور ہر حیثیت کے لوگوں کے حقوق شامل ہیں، اگر ہم اپنے واجبات کا مطالبہ کرتے ہیں، تو ہمیں دوسروں کے واجبات بھی ادا کرنے چاہئیں، نوکر آقا کی خدمت کرے گا، تو آقا بھی نوکر کا خیال رکھے گا، اگر والدین اپنی زندگی کا ہر سکھ اولاد کے لیے قربان کر دیں، تو اولاد کو بھی چاہیے کہ ان کی خدمت اور عزت میں کوئی کمی نہ کرے، اگر بیوی شوہر کی خدمت کرتی ہے، تو شوہر کو بھی بیوی کے آرام و سکون کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے، دین اسلام پوری انسانیت کے لیے ہے۔ انسانی حقوق میں والدین، بچے، میاں بیوی، رشتہ دار، یتیم، ضرورت مند، مسافر، مستحق، پڑوسی، سوالی، قیدی اور ملازم وغیرہ شامل ہیں۔ مسلمانوں کے حقوق ادا کرنا اہل ایمان اور اہل جنت کا وصف ہے قیامت کے دن نہ صرف حقوق اللہ کا حساب ہو گا، بلکہ حقوق العباد کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

مسلمانوں کے ایک دوسرے پر حقوق: اسلام نے مسلمانوں کے لیے ایک دوسرے پر جو حقوق مقرر کیے ہیں ان میں درجہ بالا تمام اقسام شامل ہیں، جن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

والدین: والدین کا حق ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں، انہیں مناسب تعلیم دیں، انہیں ایک جیسی خوراک، لباس اور گھریلو اشیا فراہم کریں اور ان کے مناسب رشتے کا انتظام کریں۔

شوہر اور بیوی: شوہر اور بیوی کا یہ حق ہے کہ ایک دوسرے کا احترام کریں، ایک دوسرے کی ضروریات اور خواہشات پوری کریں، اپنے بچوں کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کی عزت، جان و مال کی حفاظت کریں، مردوں پر عورتوں کے حقوق میں مہر ادا کرنا، گھریلو اخراجات پورے کرنا اور بیٹی، بہن اور ماں وغیرہ کی ضروریات کا بندوبست اور کفالت کرنا۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق: حضور ﷺ نے فرمایا؛ ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، سلام کا جواب دینا۔ بیماری کی عیادت کرنا۔ جنازے کے پیچھے جانا۔ دعوت قبول کرنا۔ چھینک آنے پر "یرحمک اللہ" کہنا (صحیح بخاری)

حقوق کے فوائد کی ادائیگی سے معاشرے میں پر امن ماحول پیدا ہوتا ہے۔

سوال: حقوق العباد کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی فوائد لکھیے۔

جواب: قرآن و سنت میں حقوق اللہ کے بعد سب سے زیادہ اہمیت بندوں کے حقوق کو دی گئی ہے، انسانی حقوق میں دنیا کے ہر مذہب، ہر ذات، ہر نسل، ہر درجے اور ہر حیثیت کے لوگوں کے حقوق شامل ہیں، اگر ہم اپنے واجبات کا مطالبہ کرتے ہیں، تو ہمیں دوسروں کے واجبات بھی ادا کرنے چاہئیں، نوکر آقا کی خدمت کرے گا، تو آقا بھی نوکر کا خیال رکھے گا، اگر والدین اپنی زندگی کا ہر سکھ اولاد کے لیے قربان کر دیں، تو اولاد کو بھی چاہیے کہ ان کی خدمت اور عزت میں کوئی کمی نہ کرے، اگر بیوی شوہر کی خدمت کرتی ہے، تو شوہر کو بھی بیوی کے آرام و سکون کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے، اسلام پوری انسانیت کا دین ہے۔ انسانی حقوق میں والدین، بچے، میاں بیوی، رشتہ دار، یتیم، ضرورت مند، مسافر، مستحق، پڑوسی، سوالی، قیدی اور ملازم وغیرہ شامل ہیں۔ مسلمانوں کے حقوق ادا کرنا، اہل ایمان اور اہل جنت کا وصف ہے، قیامت کے دن نہ صرف حقوق اللہ کا حساب ہو گا بلکہ حقوق العباد کا بھی حساب ہو گا۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: مسلمانوں کے باہمی حقوق کیا ہیں؟

جواب: اسلام محبت اور بھائی چارے کا دین ہے۔ اسلام ایسی باتوں پر ابھارتا اور ان کی ترغیب دیتا ہے جو ان کے عظیم الشان مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنتے ہیں، جن سے افراد امت کے درمیان باہمی معاشرتی تعلقات میں بہتری پیدا ہوتی ہے، جیسے: سلام عام کرنا، دعوت قبول کرنا، مشورہ دیتے وقت اچھا مشورہ دینا، چھینکنے والے کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا، مریض کی عیادت کرنا اور جنازوں کے ساتھ جانا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب اس سے ملے، تو سلام کرے، جب وہ تجھے دعوت دے، تو اس کی دعوت قبول کرے، جب وہ تجھ سے مشورہ مانگے تو اسے اچھا مشورہ دے، جب وہ چھینکے اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہے تو اس کا جواب دے (یعنی "یرحمک اللہ" کہے)، جب وہ بیمار ہو، تو اس کی عیادت کرے اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے"۔

سوال:مسلمانوں پر غیر مسلموں کے حقوق کیا ہیں؟

جواب:اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے جس نے تمام انسانوں کے حقوق مقرر فرمائے ہیں کافروں کے حقوق درجہ ذیل ہیں:

اگر کفار سے جنگ ہو تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ جنگ سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دیں، اگر وہ قبول نہ کریں، تو انہیں جزیے کے ساتھ مسلم ریاست میں رہنے کی اجازت دیں اور اگر دونوں صورتیں قبول نہ کریں، تو جنگ کی جاے، لیکن جنگ میں درجہ ذیل باتوں کی پابندی کی جاے:

جنگ میں دشمن کی عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور کمزوروں پر رحم کرنا۔ ایک مسلم ریاست میں جزیہ دے کر رہنے والے لوگ، ملازمت یا مسافروں کے طور پر رہنے والے غیر مسلموں کو ان کی جان، مال اور عزت کا تحفظ فراہم کرنا۔ انہیں ان کے عقیدے اور عبادت کی آزادی دینا۔ ان کے ساتھ قانونی طور پر معاملات اور رویوں میں عدل انصاف کو برقرار رکھنا۔ نیز تجارتی اور معاشرتی تعلقات میں برابری اور مساوات کو برقرار رکھنا۔ ضرورت پڑنے پر ان کی مدد کرنا۔ یہ تمام چیزیں غیر مسلموں کے حقوق میں شمار ہوتی ہیں۔

سوال:حقوق کی ادائیگی کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: حقوق کی ادائیگی سے معاشرے میں پر امن ماحول پیدا ہوتا ہے، تعلقات میں بہتری آتی ہے، حقداروں کو ان کے حق ملتے ہیں، لوگوں کی حاجت اور مطالبات پورے ہوتے ہیں، فریقین کو سکون اور خوشی ملتی ہے، اللہ تعالی کی طرف سے بہت بڑے اجر وثواب کی امید ہوتی ہے، معاشی ضروریات پوری ہوتی ہیں، سیاسی طور پر مختلف قومیں اور ریاستیں ایک دوسرے کے قریب ہو جاتی ہیں۔

عورتوں کے حقوق

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال:اسلام نے عورتوں کو کیا حقوق دیے ہیں ؟وضاحت کیجیے۔

جواب: اسلام سے پہلے پوری دنیا اور بالخصوص عرب میں عورتوں پر ظلم و ستم اور غیر منصفانہ رویے اختیار کیا جاتا تھا، انہیں جسمانی اور معاشرتی اذیت میں رکھا جاتا تھا ،یہاں تک کہ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، جس کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے "اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر ملتی، تو اس کا منہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا اور اندر ہی اندر گھٹنے لگتا ہے۔(سورۃ النحل آیت 58)

اس دور میں عورتوں اور بیٹی کے کسی بھی حق کو تسلیم کرنا تو دور انہیں زندگی کے حق سے بھی محروم رکھا جاتا تھا، اللہ تعالی نے زمین والوں پر احسان کرتے ہوئے حضور ﷺ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا، آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں سے اندھے پن اور جہالت کی پٹیاں اتار کر انہیں سمجھایا کہ عورتیں اور بچے بھی انسان ہیں اور انسانوں کی طرح مخلوقات میں اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مرد کو نگہداش اور انتظام کے معاملے میں عورت پر فوقیت دی ہے، پھر بھی اسلام عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کی تعلیم دیتا ہے۔

عورتوں کے حقوق اور ان کی اہمیت: اسلام کے آنے کے ساتھ ہی خواتین کو نہ صرف ظلم و تشدد سے محفوظ رکھا گیا ،بلکہ ان کی تعلیم و تربیت، تجی، خوشی، گھر، اولاد، اعمال، ذمہ داریاں اور ہر قسم کے حقوق مقرر ہو گئے گئے ہیں، جس کی تفصیل قرآن میں اور حضور ﷺ کی تعلیمات میں موجود ہیں: **عورتوں کے حقوق قرآن مجید میں:** قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے، جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔(سورۃ البقرہ آیت 228)

اسلام عورتوں کو وہ تمام حقوق دیتا ہے جو ان کی فطرت مانگتی ہے، اسے عمر بھر اپنے والد، بھائی، شوہر اور بچوں کی حفاظت میں رکھا گیا، اگر وہ گھریلو اور خاندانی ذمہ داریوں کا خیال رکھتی ہے، تو اس کی کفالت بھی ان افراد کے ذمہ داری ہے، البتہ اسے ضرورت پڑنے پر اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرتے ہوئے کمانے اور کام کرنے کا حق حاصل ہے، گھریلو اور ذاتی ضروریات کے علاوہ مختلف شعبوں میں ان کی رائے کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

عورتوں کے حقوق کے بارے میں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ: حضور ﷺ کی سیرت طیبہ ہمیں خاندانی زندگی کے بارے میں سکھاتی ہے ،گھر والوں سے اچھی بات کرنا، ان کی رائے اور نصیحت کو اہمیت دینا، گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانا، محبت کا اظہار کرنا، انہیں تعلیم و تربیت کے مواقع فراہم کرنا، ان کی حاجت اور تکالیف میں شریک ہونا، سب کام اجر وثواب کے ہیں ، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

THE PROFESSORS ACADEMY

تم میں سے وہ لوگ بہتر ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

مرد ہو یا عورت اس کو زبان، ہاتھ یا کسی بھی طرح سے ذہنی ،جسمانی یا معاشرتی اذیت پہنچانا سخت گناہ ہے ،اگر کسی کو ادب، اخلاق اور تربیت کی ضرورت ہو تو اسے مناسب گفتگو اور نرم رویے سے سمجھایا جائے۔ حضور ﷺ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی ارشاد ہے:"میں تم سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں"۔

سوال:روزمرہ زندگی میں عورتوں کے حقوق کی ادائی کے بارے میں لکھیے۔

جواب:اسلام میں عورت کی کفالت کی ذمہ داری اس کے سرپرستوں پر عائد ہوتی ہے، اور اگر ان کا مال، جائیداد ہو، تو وہ اس جائیداد کی وارث رہیں گی، شریعت نے وراثت کی تقسیم کرتے ہوئے انہیں حصہ دار بنایا ہے۔ مناسب تعلیم و تربیت ہر مسلمان کا حق ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، زندگی کے بہتر معیار اور گھر یوں کی دیکھ بھال اور تعلیم کے لیے دینی تعلیم مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کا بھی حق ہے۔ تاہم ہر علاقے اور محلے کے معاشرے کی ضروریات کے مطابق خواتین کو دعوت و تبلیغ ،علاج معالجہ، مالیاتی، معاشرتی ترقی کے لیے بہتر تعلیم اور تربیت دینا ،شریعت کے خلاف نہیں، اور ان تمام شعبوں میں عملی طور پر خواتین اپنی خدمات تقریر ، تحریر ، تدریس اور تحقیق کی صورت کر سکتی ہیں، البتہ انہیں پاک دامنی ،حیا اور پردہ داری پر پوری توجہ دینی ہو گی ،کیونکہ یہ چیزیں بھی ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں ۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال:اسلام سے پہلے عورتوں کی کیا حیثیت تھی؟

جواب: اسلام سے پہلے پوری دنیا اور بالخصوص عرب میں عورتوں پر ظلم و ستم اور غیر منصفانہ رویے اختیار کیا جاتا تھا، انہیں جسمانی اور معاشرتی اذیت میں رکھا جاتا تھا ،یہاں تک کہ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، جس کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے "اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر ملتی، تو اس کا منہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا اور اندر ہی اندر گھٹنے لگتا ہے۔(سورۃ النحل آیت 58)

اس دور میں عورتوں اور بیٹی کے کسی بھی حق کو تسلیم کرنا تو دور انہیں زندگی کے حق سے بھی محروم رکھا جاتا تھا، اللہ تعالی نے زمین والوں پر احسان کرتے ہوئے حضور ﷺ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا، آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں سے اندھے پن اور جہالت کی پٹیاں اتار کر انہیں سمجھایا کہ عورتیں اور بچے بھی انسان ہیں اور انسانوں کی طرح مخلوقات میں اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتے ہیں۔

سوال:حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں سے کیا رویہ تھا؟

جواب: حضور ﷺ کی سیرت طیبہ ہمیں خاندانی زندگی کے بارے میں سکھاتی ہے ،گھر والوں سے اچھی بات کرنا، ان کی رائے اور نصیحت کو اہمیت دینا، گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانا، محبت کا اظہار کرنا، انہیں تعلیم و تربیت کے مواقع فراہم کرنا، ان کی حاجت اور تکالیف میں شریک ہونا، سب کام اجر وثواب کے ہیں ، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے وہ لوگ بہتر ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔(ترمذی)

مرد ہو یا عورت اس کو زبان، ہاتھ یا کسی بھی طرح سے ذہنی ،جسمانی یا معاشرتی اذیت پہنچانا سخت گناہ ہے ،اگر کسی کو ادب، اخلاق اور تربیت کی ضرورت ہو تو اسے مناسب گفتگو اور نرم رویے سے سمجھایا جائے۔ حضور ﷺ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی ارشاد ہے:"میں تم سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں"۔(صحیح بخاری)

سوال:عورتوں کی کفالت کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب:اسلام نے عورت کی کفالت کی ذمہ داری اس کے سرپرستوں پر عائد کی ہے، شریعت نے وراثت کی تقسیم کرتے ہوئے انہیں حصہ دار بنایا ہے۔ مناسب تعلیم و تربیت ہر مسلمان کا حق ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، زندگی کے مشکل حالات کو سنبھالنے معیار زندگی کو بہتر بنانے ،گھر اور بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کے لیے دینی تعلیم مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کا بھی حق ہے۔ معاشرے کی ضروریات کے مطابق خواتین کو دعوت و تبلیغ ،علاج معالجہ، مالیاتی، معاشرتی ترقی کے لیے تعلیم اور تربیت دینا، شریعت کے خلاف نہیں، البتہ انہیں پاک دامنی ،حیا اور پردہ داری پر پوری توجہ دینی ہو گی ،کیونکہ یہ چیزیں بھی ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں ۔

THE PROFESSORS ACADEMY

مسلمانوں کا باہمی اتفاق

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال:باہمی اتحاد کا مفہوم اور اہمیت بیان کیجیے۔

جواب: لفظ باہمی کے معنی ہیں "مشترکہ اور اجتماعی "جبکہ اتحاد، متحد ہونے، ایکا اور اتفاق کو کہا جاتا ہے، مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا مطلب ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان اپنی مشکلات، مصائب اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کی سنیں۔ اللہ تعالی نے انسانوں کی فطرت اور ان کے مزاج مختلف بنائے ہیں، ہر انسان کے خیالات ،رائے، کردار، عادات اور طریقے مختلف ہوتے ہیں، انسان اپنے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کے لیے آزاد اور خود مختار ہے، البتہ جب معاملہ کسی دوسرے شخص یا مشترکہ مفاد کا ہو، تو کسی کی ذاتی اور واحد رائے کارگر نہیں ہوتی، بلکہ مشترکہ رائے کو ترجیح دی جاتی ہے، ورنہ انتشار اور تصادم کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ اسلام میں باہمی تعاون، ہمدردی ،مشاورت اور باہمی اتحاد پر زور دیا گیا ہے، کیونکہ ان چیزوں سے عزت ، وقار اور اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں اتحاد کی ہدایت: اللہ تعالی قرآن مجید میں مومنوں کو اتحاد کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"اور سب مل کر اللہ کی رسی یعنی ہدایت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور فرقے فرقے نہ ہو جانا۔(سورہ ال عمران آیت :103)

حدیث میں اتحاد کے بارے میں ارشاد: حضور ﷺ نے فرمایا:مومن، مومن کے لیے دیوار کی مانند ہے، آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ملا کر فرمایا، اس طرح ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔(بخاری و مسلم)

اسلامی اتحاد کا بنیادی مرکز، اس کے آئین اور دستور سے جڑا ہوا ہے، جس کی بنیاد قرآن و سنت ہے ،روزانہ باجماعت نماز، ہفتے میں جمعہ کے اجتماعات ،سال میں دو عیدوں پر میل جول اور حج کا عین الاقوامی اجتماع، مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اتفاق کی عظیم مثالیں ہیں۔

سوال:روزمرہ زندگی میں مسلمانوں کے تعلق باہمی اتحاد کو بیان کیجیے۔

جواب:مسلمانوں سے متعلق تمام جماعتوں، اداروں، ریاستوں اور ممالک کو مشترکہ مسائل پر متفق ہونے میں پیش پیش رہنا چاہیے ،خطبہ جمعۃ الوداع کی روشنی میں رنگ و نسل اور جنس کی تفریق کے بغیر تقوی ، سچائی اور دیانت کو اپنانا چاہیے ،نیکی اور تقویٰ کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون اور اتحاد کرنا چاہیے ،برائی اور گناہ میں کبھی تعاون اور اتفاق نہیں کرنا چاہیے ۔

سوال:اتحاد کے فائدے بیان کیجیے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہماری شریعت اسلامیہ میں جس قدر اتفاق و اتحاد کی اہمیت پر زور ڈالا گیا ہے، اس کی تاکید کی گئی ہے اسی قدر یہ امت آج کے دور منتشر اور منقسم ہے۔

اتفاق و اتحاد ایک بہت ہی عظیم طاقت ہے جس کے سامنے دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں ٹھہر سکتی ہے اور نہ ہی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اسی وجہ سے دشمنان اسلام کو جو چیز سب سے زیادہ خوف زدہ کرتی ہے وہ مسلمانوں کا ایمان اور ان کا اتفاق و اتحاد ہے۔

اتفاق و اتحاد ہی اصل طاقت و قت ہے جس میں کامیابی کا راز پوشیدہ ہے، پریشانیاں دور کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے۔ غلبہ و کامرانی کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

سوال:اسلام اتحاد اور اتفاق کیوں سکھاتا ہے؟

جواب:ہماری شریعت اسلامیہ میں جس قدر اتفاق و اتحاد کی اہمیت پر زور ڈالا گیا ہے، اسی قدر یہ امت آج کے دور نااتفاقی کا شکار ہے ،

جتنا مسلمان آجکل ذلیل و رسوا ہے شاید اس سے پہلے کسی دور میں اتنا ذلیل اور رسوا رہا ہو، اور جتنا کمزور آج کا مسلمان ہے شاید کسی دور میں مسلمان اتنا کمزور رہا ہو ، یہی وجہ ہے کہ آج کے زمانہ میں مسلمانوں کی بین الاقوامی طور پر کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس سب کی وجہ صرف اور صرف نااتفاقی ہے ، اسلام ہمیں اتفاق اور اتحاد کا درس اس لیے دیتا ہے تاکہ دشمن ہم سے خوفزدہ ہو جائے۔ جتنا مسلمانوں میں اتفاق ہوا اتحاد ہو گا، اتنا ہی دشمن دور بھاگے گا اور مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

سوال:مسلمانوں کے اتحاد کی کیا صورتیں ہیں۔

جواب: مسلمانوں کے اتحاد کی درجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

THE PROFESSORS ACADEMY

☆ پوری دنیا کے مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ایک ہونا چاہیئے، جو ایک حد تک ان میں موجود ہے۔

☆ تمام اسلامی ممالک کو ایک ہونا چاہیئے، ان کا حاکم اور سلطان بھی ایک ہونا چاہیئے، جیسا کہ نبی کریم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں تھا، یہی اسلامی حکم ہے اور اسلام یہی چاہتا ہے۔

☆ مسلمانوں کو آپس میں تجارت کرنے کی آزادی ہونی چاہیئے، اس سلسلے میں ان کے اوپر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے ،کوئی بھی مسلمان شرعی نقطہ نظر سے کہیں بھی جا کے تجارت کر سکتا ہے، اپنی روزی کما سکتا ہے، اپنا کاروبار کر سکتا ہے۔

ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلاما

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال:حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور دینی خدمات کے بارے میں تفصیل سے مضمون لکھیے۔

جواب: امام جعفر صادقؒ ایک سید خاندان میں پیدا ہوے ، آپ کا نام جعفر کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق ہے ، آپ کے والد کا نام محمد ہے اور باقر کے لقب سے مشہور ہیں، جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام سے امام جعفر صادقؒ کی بچپن میں ملاقات ثابت ہونے نے بعد علماء انہیں تابعین میں شمار کرتے ہیں۔

تعلیم و تربیت: امام جعفر صادقؒ 17 ربیع الاول سن 83 ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ، آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے والد سے کیا 14 سال تک آپ اپنے دادا حضرت امام زین العابدینؒ کے صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے ، آپ مشہور فقیہ امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ میں شامل ہیں ، ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی نظر میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے ،جواب میں امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ، کہ میں نے امام جعفرؒ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا ۔

اخلاق اوصاف اور فضائل: امام جعفر صادقؒ زہد و تقوی اور اخلاص میں اعلی مرتبے پر فائز تھے، حضرت مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ حضرت جعفر صادقؒ کو تین حالتوں میں دیکھا ، یا تو وہ روزے میں ہوتے ، یا نفل اور قیام میں ، یا گفتگو سے ذکر میں ۔ ان سے زیادہ فضیلت ، علم ، عمل اور تقوی میں نہ کسی کو دیکھا ، نہ کسی کو سنا ، نہ ایسی صاحب فضیلت ہستی کسی کے ذہن میں ہو سکتی ہے۔

حضورؐ سے نسبت کی وجہ سے سخاوت میں آپ کی اعلی ترین مثال ہے، صدقہ و خیرات کے ذریعے لوگوں کو اس قدر نوازتے کہ اہل و عیال کے لیے بھی کچھ باقی نہ بچتا، سخاوت میں حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے تھے، اپنی حالت کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

امام جعفر صادقؒ حق بات کہنے سے کبھی نہیں کتراتے ،ایک دفعہ آپ خلیفہ عباسی منصور کی مجلس میں بیٹھے ہوے تھے ،جو اپنے رعب اور سختی کی وجہ سے مشہور تھا، اچانک کبھی خلیفہ کے ناک پر آ بیٹھی، خلیفہ کے بار بار کوشش کے باوجود وہ واپس آ کر ناک پر بیٹھ جاتی، خلیفہ نے امام جعفر صادقؒ سے پوچھا کہ خدا نے اس مکھی کو کیوں پیدا کیا ،اس پر آپ نے دلیری سے جواب دیا: ظالموں اور جابروں کا غروروں تکبر ختم کرنے کے لیے آپ کا اشارہ خلیفہ کی طرف تھا، یہ جواب سن کر خلیفہ خاموش ہو گیا۔

خدمات: امام جعفر صادقؒ نے روایت حدیث اور درس و تدریس ،سیاست ،سفارت کے علاوہ لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھی عظیم خدمات انجام دیں، آپ کی زندگی میں مختلف دینی علوم مثلاً تفسیر ،حدیث، فقہ ،دینیات، طب ،فلسفہ اور علم نجوم کا بہت چرچہ تھا، ساتھ ساتھ فکر و نظر کے میدان میں مختلف اعتبار سے قرآن و سنت کے خلاف سازشیں بھی ہو رہی تھی ، اس وقت امام جعفر صادقؒ تعلیم و فکر کے لحاظ سے لوگوں کو حق پر لانے کے لیے کوشش کرتے رہے ، علم کے لحاظ سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء تھے ، مثلاً اس دور کے بڑے علماء میں امام ابو حنیفہؒ ، امام مالکؒ ، واصل بن عطاؒ اور امام موسی کاظم جیسی ہستیاں آپ سے علم کی سعادت حاصل کرتی رہیں، طب اور سائنس کے عظیم سکالر جابر بن حیان آپ کے شاگردوں میں تھے ، جنہوں نے بے شمار ایجادات سے اسلام کا نام روشن کیا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے بے شمار علمی دینی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی فرائض بھی انجام دیے ، وہ حکمرانوں کو ان کی بدعنوانی ،ناانصافی اور غیر اسلامی سرگرمیوں پر تنبیہ کرتے اور عوام کی بہتری کے لیے کوشش کرتے تھے۔

THE PROFESSORS ACADEMY

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی اور تحیلی سلسلہ نسب بیان کیجیے۔

جواب: امام جعفر صادقؒ ایک سید خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کا نام جعفر کنیت ابو عبداللہ اور لقب صادق ہے، آپ کے والد کا نام محمد ہے اور باقر کے لقب سے مشہور ہیں جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔ آپ کے نخیال خاندان کا تعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے، کیونکہ امام جعفر صادقؒ کی والدہ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی تھیں، جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام سے امام جعفر صادقؒ کی بچپن میں ملاقات ثابت ہونے سے بعض علماء انہیں تابعین میں شمار کرتے ہیں۔

سوال: حضرت امام صادق رحمت اللہ علیہ کے اخلاق اور اوصاف کیا تھے۔

جواب: امام جعفر صادقؒ زہد و تقوی اور اخلاص میں اعلی مرتبے پر فائز تھے، حضرت مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ حضرت جعفر صادقؒ کو تین حالتوں میں دیکھا، یا تو وہ روزے میں ہوتے۔ یا نفل اور تلاوت میں۔ یا گہرے سے ذکر میں۔ ان سے زیادہ فضیلت، علم، عمل اور تقوی میں نہ کسی کو دیکھا، نہ کسی کو سنا، نہ ایسی صاحب فضیلت ہستی کسی کے ذہن میں ہو سکتی ہے۔

حضورؐ سے نسبت کی وجہ سے سخاوت میں آپ کی اعلی ترین مثال ہے، صدقہ و خیرات کے ذریعے لوگوں کو اس قدر نوازتے کہ اہل و عیال کے لیے بھی کچھ باقی نہ بچتا، سخاوت میں حضور ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے تھے اپنی حالت غربت کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

سوال: حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کون کون سی بڑی شخصیات میں فیض حاصل کیا۔

جواب: علمی لحاظ سے بڑے محدثین اور فقہاء آپ کے شاگرد تھے، اس دور کے بڑے علماء میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، واصل بن عطاؒ اور امام موسی کاظمؒ جیسی ہستیاں آپ سے علمی کی سعادت حاصل کرتی رہیں، طب اور سائنس کے عظیم سکالر جابر بن حیان آپ کے شاگردوں میں سے تھے، جنہوں نے بے شمار ایجادات سے اسلام کا نام روشن کیا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: حضرت امام ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ کی زندگی اور خدمات پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ بلند شان اور مرتبے والی شخصیت ہیں، آپ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے، آپ فقہ اسلامی کے پہلے مدن بھی تھے۔

امام ابو حنیفہ کا پورا نام "نعمان بن ثابت" ہے۔ آپ کے آباواجداد فارس کے رہنے والے تھے، آپ خود "ابو حنیفہ" کی کنیت استعمال کرتے تھے، آپ 80 ہجری کو بمطابق 699ء میں کوفہ عراق کے خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان تاجر تھا اور کپڑے کی تجارت میں مشہور تھا، کوفہ اس وقت علمی مرکز تھا۔

تعلیم و تربیت: امام ابو حنیفہؒ نے بچپن میں قرآن پاک لفظ کیا، جبکہ تجوید کا علم امام عاصم کوفیؒ سے حاصل کیا، اس کے بعد آپ تجارتی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے، ایک مرتبہ آپ کی ملاقات ایک عظیم محدث امام عامر شعبیؒ سے ہوئی، جنہوں نے آپ کی مصروفیت پوچھی اور نصیحت کی "میں آپ میں ذہانت اور وسیع بیدار ذہن دیکھتا ہوں" اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ علم حاصل کریں اور علماء کرام کی مجلس میں شامل ہوتے رہیں، امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ کی یہ نصیحت میرے دل کو لگی، میں نے بازار جانا ترک کیا اور اپنا وقت حصول علم میں صرف کرنے لگا، اللہ تعالی نے مجھے بہت نوازا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ تقریبا 18 سال تک امام حماد بن ابی سلیمانؒ سے علم حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا شمار ان کے بڑے بڑے شاگردوں میں سے ہونے لگا۔

THE PROFESSORS ACADEMY

علمی خدمات: امام ابو حنیفہؒ کے اجتہادی مسائل اور طریقے بارہ سو سال سے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں، اور کئی بڑے بڑے اسلامی ممالک میں قوانین اور مسائل آپ کے مسلک کے مطابق رائج ہیں۔

حضرت علقمہ بن قیس کوفیؒ، حضرت اسود کوفیؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ آپؒ کے خاص شاگرد تھے، حضرت ابراہیم کو "فقیہ العراق" کا لقب ملا۔ حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ کے زمانے میں فقہ کا غیر مرتب شدہ مواد جمع کیا گیا، جسے آپ کے خاص شاگرد حضرت حماد کوفیؒ نے محفوظ کیا، جو امام ابو حنیفہؒ نے اپنے شاگردوں، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ کو مرتب شکل میں دیا، جسے انہوں نے باقاعدہ کتابوں کی شکل میں پیش کیا، یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں، ان کے شاگردوں نے امام صاحب سے لی ہوئی احادیث کو "حدثنا" اور "اخبرنا" کے الفاظ سے تحریر کیا ہے۔ امام اعظمؒ کی اس علمی میراث کا نام "کتاب الاثار" ہے، یہ پہلی کتاب ہے جس کے بعد کے محدثین کے لیے فقہی درجہ بندی اور ترتیب کے رہنما اصول فراہم کیے گئے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کا ذکر کیجیے۔

جواب: حضرت امام ابو حنیفہؒ تقریبا 18 سال تک امام حماد بن ابی سلیمان سے علم حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا شمار ان کے بڑے بڑے شاگردوں میں سے ہونے لگا، فقہ حنفی کا زیادہ مدار امام حماد بن ابی سلمان کے اقوال پر مبنی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کی طرح فقہ کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے، آپ نے سب سے پہلے کوفہ میں علم حاصل کیا، جو اس وقت بڑا علمی مرکز تھا، اس کے بعد حرمین شریفین اور آخر میں بصرہ میں بھی علم حاصل کرتے رہے۔

سوال: حضرت امام ابو حنیفہؒ کی علمی خدمت کیجیے۔

جواب: امام ابو حنیفہؒ کے اجتہادی مسائل اور طریقے بارہ سو سال سے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں، اور کئی بڑے بڑے اسلامی ممالک میں قوانین اور مسائل آپ کے مسلک کے مطابق رائج ہیں، امام ابو حنیفہؒ نے اپنے شاگردوں، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ کو فقہ مرتب شکل میں دی، جسے انہوں نے باقاعدہ کتابوں کی شکل میں پیش کیا، یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں، ان کے شاگردوں نے امام صاحب سے لی ہوئی احادیث کو "حدثنا" اور "اخبرنا" کے الفاظ سے تحریر کیا ہے۔ امام اعظمؒ کی اس علمی میراث کا نام "کتاب الاثار" ہے، یہ پہلی کتاب ہے جس کے بعد کے محدثین کے لیے فقہی درجہ بندی اور ترتیب کے رہنما اصول فراہم کیے گئے۔

سوال: حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اخلاق اور اوصاف لکھیے۔

جواب: حضرت امام ابو حنیفہؒ کی سیرت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم و عمل اور اچھے اخلاق کے مالک تھے، آپ بہت ذہین اور قوی حافظے والے تھے، بر دربار، فیاض، عبادت گزار اور نظم و ضبط کے ساتھ ساتھ، صاحب تقوی و حکمت تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل صفات کی وجہ سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں:

☆ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی وجہ سے آپ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

☆ آپ کو اجتہاد اور فتوی لکھنے کا موقع عظیم متقین اور محدثین کے دور میں ملا۔

☆ مشہور علمائے حدیث اور فقہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

☆ آپ کو امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ جیسے عظیم طلبہ ملے، جنہوں نے حدیث اور فقہ کے علم میں بے شمار خدمات انجام دیں۔

☆ آپ کو تقریبا چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کرنے کا موقع۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

تفصیلی سوالات کے جوابات

سوال: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور دینی خدمات کے بارے میں تفصیلی مضمون لکھیے۔

THE PROFESSORS ACADEMY

جواب: امام مالک بن انسؒ مدینہ منورہ کے امام اور اکابرین اسلام میں سے ہیں، آپ تبع تابعین میں سے ہیں، آپ تجاز میں حدیث اور فقہ کے امام تھے، امام مالکؒ کے فقہ پر عمل کرنے والے کو "مالکی" کہا جاتا ہے آپؒ 93 ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آپ کی کنیت "ابو عبداللہ" اور لقب "امام دار الہجرہ" ہے آپ علماء میں "امام مالک اور شیخ الاسلام" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کا شمار فقہ کے معتبر علماء میں ہوتا ہے، امام شافعیؒ نے فرمایا: کہ علماء میں مالک بن انسؒ ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں۔

تعلیم و تربیت: امام مالکؒ نے چھ سو اساتذہ سے حدیث و فقہ کا علم حاصل کیا، جن میں سے تین سو تابعین ہیں، آپ کے پہلے استاد ربیع بن ابی عبدالرحمن الرائی ہیں اور پھر آپ نے ابو بکر بن عبداللہ بن حزم سے تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں امام ابن شہاب زہریؒ اور چھ سو دیگر اساتذہ شامل ہیں، آپ کے تمام اساتذہ مدنی ہیں۔

اخلاق و اوصاف: آپ ایک دیانت دار، اصول پسند اور بامروت انسان تھے، آپ کو جو تحفہ ہدیہ ملتا اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتے، آپ حق کے معاملے میں کسی سزا یا قید سے نہیں ڈرتے تھے، قرآن کریم کے بعد امام مالکؒ نے حدیث کو سب سے زیادہ اہمیت دی، آپ صحیح حدیث سے مسائل نکالتے تھے۔ آپ عشق رسول ﷺ اور اہل بیت کی محبت سے اس قدر سرشار تھے کہ آپ نے مدینہ شریف میں پوری زندگی گنگے پاس گزاری۔

علمی خدمات: امام مالکؒ نے ستر سال کی عمر میں مدینہ شریف میں درس و تدریس کا کام سنبھالا، بڑی شائستگی اور ادب سے حدیث پڑھاتے تھے، آپ نہانے کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر حدیث کا درس دیتے تھے، امام مالکؒ کے وقت میں بغداد پر عباسی خلیفہ کی حکومت تھی، جس وقت امام ابو حنیفہؒ کوفہ میں تھے، اس وقت امام مالکؒ مدینہ منورہ میں تھے۔ مدینہ میں رہنے کی وجہ سے آپ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم حدیث تھے، آپ نے حدیث کی کتاب لکھی جو بہ "موطا امام مالک" کے نام سے مشہور ہوئی۔ فقہ مالکی کے پیروکار شمالی افریقہ، کویت، مصر، سوڈان، قطر، بحرین اور تیونس وغیرہ میں موجود ہیں۔ امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو بتائی جاتی ہے، امام محمدؒ، امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ بھی آپ کی شاگردوں میں سے تھے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور اساتذہ کے بارے میں اپ کیا جانتے ہیں۔

جواب: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے چھ سو اساتذہ سے حدیث و فقہ کا علم حاصل کیا، جن میں سے تین سو تابعین ہیں، آپ کے پہلے استاد ربیع بن ابی عبدالرحمن الرائی ہیں پھر ابو بکر بن عبداللہ بن حزم سے تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں امام ابن شہاب زہریؒ اور چھ سو دیگر اساتذہ شامل ہیں، ان میں نافع مولا ابن عمر، ابو زناد، عبداللہ بن زکوان، عبدالرحمن بن قاسم، ابو سخنیانی اور قورین زید ڈیلمی رحمہم اللہ وغیرہ زیادہ مشہور ہیں، آپ کے تمام اساتذہ مدنی ہیں۔

امام محمدؒ، امام شافعی اور امام ابو یوسفؒ آپ کی شاگردوں میں سے تھے۔

سوال: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام کیا ہے؟ اور اس کی کیا اہمیت ہے۔

جواب: آپ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم اور محدث تھے، آپ نے حدیث کی کتاب لکھی جو بہ "موطا امام مالک" کے نام سے مشہور ہوئی، فقہ مالکی کے پیروکار شمالی افریقہ، کویت، مصر، سوڈان، قطر، بحرین اور تیونس وغیرہ میں موجود ہیں۔

سوال: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کب وفات کی اور انہیں کہاں دفن کیا گیا؟

جواب: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات 179 ہجری میں 86 سال کی عمر میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور خدمات پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

جواب: حضرت امام محمد بن ادریس الشافعیؒ اپنے دور کے بڑے عالم اور فقیہ تھے، آپ عربی زبان کے ماہر اور بڑے ادیب تھے، آپ کا نام "محمد" اور کنیت "ابو عبداللہ" ہے، مرغین اور محدثین کے درمیان محمد بن ادریس شافعی کا نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب ایک صحابی حضرت شائع بن سعید رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، جس کی وجہ سے آپ کو شافی کہا جاتا ہے، اور "ناصر الحدیث" کے لقب سے بھی مشہور ہیں، آپ کے والد دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے فلسطین آئے،

THE PROFESSORS ACADEMY

جہاں پہلے غزہ اور پھر اسقلام میں رہے، پھر امام صاحب کی والدہ انہیں مکہ لے آئیں، جہاں آپ نے امام مالکؒ سے تعلیم حاصل کی اور اپنی زندگی کا بڑا حصہ مکہ، مدینہ، بغداد اور مصر میں گزارا۔

تعلیم و تربیت: امام شافعیؒ فرماتے ہیں بچپن میں میری توجہ دو چیزوں پر تھی، علم حاصل کرنا، تیر اندازی۔ تیر اندازی میں اتنا ماہر تھا، کہ دس تیروں میں سے دس ہی درست نشانے پر لگتے تھے۔ میں یتیم تھا اور میری والدہ کے پاس تعلیم دلوانے کے لیے پیسے نہیں تھے، لیکن پھر یوں ہوا کہ استاد جو کچھ مجھے پڑھاتے، میں اسے حفظ کر لیتا اور پھر استاد کی غیر موجودگی میں طلباء کو پڑھاتا تھا، استاد مجھ سے اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے مجھ سے کوئی فیس نہیں لی، سات سال تک قرآن کریم با معنی حفظ کیا اور دس سال تک موطا امام مالک بھی حفظ کی اور علماء کی مجلس سے احادیث و مسائل حفظ کرتا رہا، امام شافعیؒ کو امام سفیان بن عیینہؒ نے مشورہ دیا، کہ آپ بغداد جائیں اور امام محمد بن حسن الشیبانیؒ سے علم فقہ حاصل کریں۔

علمی خدمات: حضرت امام شافعی کی دو کتابیں "کتاب الام اور الرسالہ" کو اچھی پذیرائی ملی۔ اس کے علاوہ "کتاب السنن اور المسند" آپ کی قابل قدر کتابیں ہیں، شافعی مسلک کے پیروکار مشرق مصر، سومالیہ، یمن کے ساحلی علاقوں، مشرق وسطی، داغستان، فلسطین، لبنان، انڈونیشیا، ملائشیا، سری لنکا وغیرہ میں رہتے ہیں۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن اور تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔

جواب: امام شافعیؒ فرماتے ہیں: بچپن میں میری توجہ دو چیزوں پر تھی، علم حاصل کرنا اور تیر اندازی کرنا، تیر اندازی میں مجھے اتنی مہارت ہو گئی تھی کہ دس تیروں میں سے دس ہی درست نشانے پر لگتے تھے، میں یتیم تھا اور میری والدہ کے پاس تعلیم دلوانے کے لیے پیسے نہیں تھے، لیکن پھر یوں ہوا کہ استاد جو کچھ مجھے پڑھاتے، میں اسے حفظ کر لیتا اور پھر استاد کی غیر موجودگی میں طلباء کو پڑھاتا، استاد مجھ سے اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے مجھ سے کوئی فیس نہیں لی، سات سال تک قرآن کریم با معنی حفظ کیا، دس سال تک مؤطا امام مالک بھی حفظ کیا اور علماء کی مجلس سے احادیث و مسائل حفظ کرتا رہا۔

سوال: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کچھ کے مشہور اساتذہ کے نام تحریر کیجیے۔

جواب: امام شافعیؒ کو امام سفیان بن عیینہؒ نے مشورہ دیا، کہ آپ بغداد جائیں اور امام محمد بن حسن الشیبانیؒ سے علم فقہ حاصل کریں، امام شافعیؒ کہتے ہیں: کہ امام مالکؒ کے بعد امام محمد بن حسن شیبانیؒ کو استاد مانتا ہوں۔ آپ کے ایک استاد مسلم بن خالد الزنجی بھی ہیں۔

سوال: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات بیان کیجیے۔

جواب: حضرت امام شافعیؒ کی دو مشہور کتابیں ہیں "کتاب الام اور الرسالہ" جن کو اچھی پذیرائی ملی۔ اس کے علاوہ "کتاب السنن اور المسند" آپ کی قابل قدر کتابیں ہیں، شافعی مسلک کے پیروکار مشرق مصر، سومالیہ، یمن کے ساحلی علاقوں، مشرق وسطی، داغستان، فلسطین، لبنان، انڈونیشیا، ملائشیا، سری لنکا وغیرہ میں رہتے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

تفصیلی جواب کے سوالات

سوال: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ 164 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے، آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گزارا۔ آپ کا پورا نام احمد بن حنبل بن ہلال ہے۔ شیبانی، ذہلی، بصری، مروزی اور بغدادی آپ کی نسبت ہیں، آپ "ابن حنبل" کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے اباؤ اجداد عربی تھے آپ بنو شیبان کے خاندان میں سے تھے، آپ کا خاندان، دنیاوی اور دینی خدمات کے لیے ممتاز رہا۔

تعلیم و تربیت: آپ نے چار سال بغداد میں حافظ ہاشم بن بشیر واسطی سے تعلیم حاصل کی، بچپن میں امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں شامل رہے، آپ کے اساتذہ میں مشہور اور ممتاز شخصیت امام شافعیؒ کی ہے، اس کے علاوہ بھی کئی اساتذہ سے آپ نے علم حاصل کیا، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے بغداد، کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن اور شام میں بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کیا۔

THE PROFESSORS ACADEMY

علمی خدمات: کئی سفروں اور حافظے کے کمال کی وجہ سے دس لاکھ احادیث یاد تھیں، لیکن اس کے باوجود احادیث لکھ لیتے اور روایت کرتے وقت دلائل دیکھ کر روایت کرتے تھے، تاہم انہیں حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ یاد تھا، آپ کی یہ احتیاط حضور ﷺ کی حدیث کی کو غلطی سے پاک رکھنے کے لیے تھی، آپ نے فقہ اور فتوی کا بھی مطالعہ کیا، لیکن آپ نے حدیث پر بہت زیادہ توجہ دی اور اپنی زندگی اس کے لیے وقف کر دی ،امام صاحب فارسی زبان بھی جانتے تھے، کیونکہ آپ کا خاندان کچھ عرصہ فارس میں بھی مقیم تھا، بہت سے تاجر بغداد سے مکہ مکرمہ تک پیدل چلے اور ساتھ ہی علم حاصل کرتے رہے ان سفر اور مشقتوں نے آپ کے ذوق علمی کو متاثر نہیں کیا، یہاں تک کہ مزدوری بھی کی ۔

المسند (مسند احمد) آپ کی مشہور کتاب ہے، جس میں نو سو چار صحابہ کرام کی مسانید شامل ہیں، اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں "کتاب الزہد، کتاب التاریخ اور کتاب التفسیر" شامل ہے۔

مختصر جواب کے سوالات

سوال: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی کیا خدمت کی؟

جواب: امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں، لیکن اس کے باوجود احادیث لکھ لیتے اور روایت کرتے وقت دلائل دیکھ کر روایت کرتے تھے، آپ حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ یاد تھا، آپ نے فقہ اور فتوی کے میدان میں بھی کام کیا، لیکن آپ نے حدیث پر بہت زیادہ توجہ دی اور اپنی زندگی اس کے لیے وقف کر دی۔

سوال: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم کے لیے کون کون سے علاقوں کی طرف سفر کیا؟

جواب: امام احمد بن حنبل پندرہ سال کی عمر میں طلب علم میں مشغول ہو گئے تھے، آپ نے چار سال بغداد میں حافظ ہاشم بن بشیر واسطی سے تعلیم حاصل کی، بچپن میں امام ابو یوسف کی مجلس میں شمولیت کی، آپ کے اساتذہ میں مشہور اور ممتاز شخصیت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، اس کے علاوہ بھی کئی اساتذہ سے آپ نے علم حاصل کیا، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد، کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن اور شام میں بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کیا۔

سوال: حضرت امام احمد بن حنبل رحمت اللہ علیہ کے اخلاق اور اوصاف لکھیے۔

جواب: حضرت امام محمد بن حنبلؒ بڑے درجے اور اعلی خوبیوں والے انسان تھے، آپ نہایت رحیم، باوقار، مہربان اور متقی، حدیث و فقہ کے ماہر، صابر، بہادر، سخی اور بردبار انسان تھے، آپ کی طبیعت اور انداز تدریس طلبہ کو اچھا لگتا تھا، ایک دفعہ بچپن میں آپ کے کپڑے چوری ہو گئے، تو آپ نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا، جب یہ بات طالب علم کو معلوم ہوئی، تو وہ آپ کے پاس کچھ رقم لے کر آیا، لیکن آپ نے رقم لینے سے انکار کر دیا، طالب علم نے آپ کو کچھ عرصے کے لیے رقم ادھار دینے کی پیشکش کی، لیکن آپ نے قبول نہیں کی، آخر میں فیصلہ یہ ہوا کہ آپ اس کے لیے نوٹس کی کاپی بہتر خطاطی میں لکھ کر اس کی مزدوری لے لیں، اس کے بعد آپ نے اس سے کپڑے خریدے۔ آپ نے محنت مزدوری کی ۔ فصلیں بھی کاٹی۔ لیکن آپ نے خلفاء اور امیروں سے نظرانے اور تحفے قبول نہیں کیے۔

قمت باطلیر